عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد ۲۴ | ۱۱تا۱۸/ ذیقعدہ ۱۴۲۶ھ مطابق ۱۶تا۲۳/ دسمبر ۲۰۰۵ء | شمارہ: ۴۷

صبر
احادیث کی روشنی میں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشرتی زندگی

عزیز ترین خواہش

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ

نیا خون

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatme-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

شہیدِ اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ

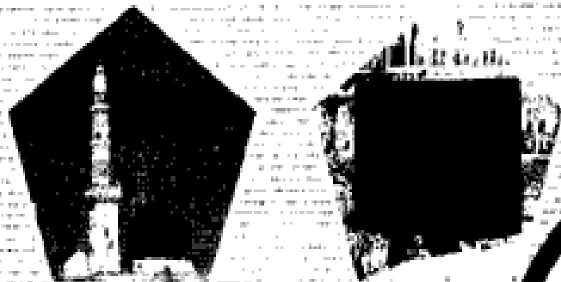

آپ کے مسائل

قرآن کریم مسجد سے گھر لے جانا:

س:...... ہماری مسجد میں ۲۰۰ قرآن ہیں' پڑھنے والے یومیہ صرف تیرہ آدمی ہوتے ہیں۔ رمضان میں لوگ نئے قرآن لاکر رکھ دیتے ہیں' الماری میں جگہ نہیں ہوتی' لہٰذا پچھلے سال کے قرآن بوری میں ڈال دیتے ہیں تاکہ سمندر میں ڈال دیا جائے' ہر مسجد میں کم و بیش یہی حال ہے۔ قرآن ضرورت سے زائد ہیں۔ ان کو بوری میں ڈالنے کے بجائے اگر لوگوں کے گھروں میں تقسیم کردیے جائیں تو لوگ منع کرتے ہیں کہ مسجد کا مال آپ گھروں میں کیوں تقسیم کرتے ہیں؟ سوال یہ ہے کہ کیا ہم مسجد سے قرآن اٹھا کر لوگوں میں تقسیم کرسکتے ہیں تاکہ بوری میں ڈالنے اور ضائع ہوجانے سے بچ جائیں؟ جب کہ یہ قرآن مکمل محفوظ ہوتے ہیں؟

ج:...... جو قرآن مجید مسجد کی ضرورت سے زائد ہیں' باہر چھوٹے دیہات میں بھجوادیے جائیں جہاں قرآن مجید کی کمی ہوتی ہے۔

جھوٹا حلف نامہ داخل کرنے کا کفارہ:

س:...... ایک مدت سے ذہنی کشمکش میں گرفتار ہوں' آپ سے رہنمائی کا طالب ہوں' قرآن وحدیث کی روشنی میں مجھے میرے مسئلے کا حل بتائیں۔ میرا شمار ماہر ڈاکٹروں میں ہوتا ہے' کچھ عرصے پہلے تک میں دین سے نابلد تھا' تین سال قبل میں ایف آر سی ایس کرنے لندن گیا' وہاں انڈیا سے آئی ہوئی تبلیغی جماعت سے سامنا ہوگیا' اس کے بعد سے میری دنیا بدل گئی۔ حرام' حلال کا ادراک ہوا' آپ کا کالم بڑی باقاعدگی سے پڑھتا ہوں' پچھلے دنوں حرام کی کمائی کے متعلق آپ کا جواب پڑھا کہ کس طرح گھرانے کا سربراہ اپنے پورے گھر کو حرام کی کمائی کھلا رہا ہے اور آپ نے جس طرح دوراندیشی سے اس کی بیوی کو حل بتایا کہ کسی غیر مسلم سے قرض لے کر گھر چلاؤ۔ میں اسی دن سے سخت مضطرب ہوں' میری کہانی یہ ہے کہ بظاہر اچھے نمبر ہونے کے باوجود جب کراچی میں میڈیکل میں داخلہ نہیں ملا تو میں نے جعلی ڈومیسائل بناکر پنجاب میں ڈاکٹری میں داخلہ لے لیا اور وہاں ہی سے اپنی تعلیم مکمل کی۔ اب ذہن میں یہ کشمکش ہے کہ چونکہ میں نے ڈومیسائل بنواتے وقت حلف نامہ داخل کیا کہ میں لاہور میں پیدا ہوا ہوں' جو کہ جھوٹا حلف نامہ تھا۔ اس کے بعد مستقل رہائش یعنی پی آر سی بھی میں نے داخل کیا' اس کے لئے بھی جھوٹا حلف نامہ داخل کیا' تیسری غلطی یہ کی کہ جب ڈاکٹری کا فارم بھرا تو اس میں بھی جھوٹے حلف نامے داخل کئے' لاہور کے جھوٹے ایڈریس لکھے' اب آپ مجھے قرآن وحدیث کی روشنی میں آگاہ فرمائیں کہ ڈگری حاصل کرنے کے لئے میں نے حلال اور حرام میں تمیز نہیں کی' جھوٹے حلف نامے داخل کئے' جھوٹ پرمبنی سرٹیفکیٹ (ڈومیسائل اور پی آر سی) جمع کرائے' اگر میں یہ سب کچھ نہ جمع کراتا تو آج ڈاکٹر نہ ہوتا' نہ ہی داخلہ ملتا' اب یہ سب کچھ کرنے کے بعد جو مجھے ڈگری عطا ہوئی ہے' اس کی کیا حیثیت ہے؟ آیا حرام کمائی میں شمار ہوگا یا حلال کمائی کہلائے گی؟ آپ مجھے آگاہ کریں کہ آیا میری کمائی جو ڈاکٹری کے پیشے سے ہوئی ہے وہ حلال ہے یا نہیں؟ اگر حلال نہیں تو میں کچھ اور کام کرکے اپنے اہل وعیال کو حلال کمائی کھلاسکوں۔

ج:...... آپ نے جھوٹے حلف نامے داخل کئے' ان کا آپ پر وبال ہوا' جن سے توبہ لازم ہے' جھوٹی قسم کھانا شدید ترین گناہ ہے' اس کے لئے آپ اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر توبہ کریں۔ جہاں تک آپ کی ڈاکٹری کا تعلق ہے' اگر آپ نے ڈاکٹری کا امتحان پاس کیا ہے اور اس میں کوئی گھپلا نہیں کیا اور آپ میں صحیح طور پر ڈاکٹری کی استعداد موجود ہے تو آپ کا یہ ڈاکٹری کا پیشہ جائز ہے۔

ہفت روزہ ختم نبوۃ

جلد:۲۴ شمارہ:۴۷ ۱۱تا۱۸/ ذیقعدہ ۱۴۲۶ھ مطابق ۱۶تا۲۳/ دسمبر ۲۰۰۵ء

سرپرست

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم

حضرت مولانا سید نفیس الحسینی صاحب دامت برکاتہم

مدیر اعلیٰ: مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ: مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر: مولانا اللہ وسایا

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
امام اہل سنت حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

مجلس ادارت

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
مولانا بشیر احمد
صاحبزادہ مولانا عزیز احمد
علامہ احمد میاں حمادی
مولانا سعید احمد جلالپوری
صاحبزادہ طارق محمود
مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی

مولانا مفتی محمد راشد مدنی
سرکولیشن منیجر، محمد انور رانا

قانونی مشیر، حشمت حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میؤ ایڈووکیٹ
ٹائیٹل و ترئین، محمد ارشد خرم
محمد فیصل عرفان

اس شمارے میں

اسلام کے خلاف ناپاک قادیانی سازشیں	(اداریہ)	4
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشرتی زندگی	(مولانا محمد رابع ندوی)	6
نیا خون	(حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ)	11
صبر...... احادیث کی روشنی میں	(امۃ اللہ تسنیم)	16
عزیز ترین خواہش	(مولانا محمد ثانی حسنیؒ)	18
حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ	(نازیہ بشر)	21
آزادی نسواں	(مرسلہ مولانا محمد نذر عثمانی)	23
عالمی خبروں پر ایک نظر		25

زرتعاون بیرون ملک: امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۰ ڈالر۔

یورپ، افریقہ، متحدہ عرب امارات، سعودی عرب، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک ۹۰ امریکی ڈالر

زرتعاون اندرون ملک: فی شمارہ ۷ روپے، ششماہی: ۱۷۵ روپے۔ سالانہ: ۳۵۰ روپے

بنام ہفت روزہ ختم نبوت، اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور اکاؤنٹ نمبر 2-927 الائیڈ بینک، نوری بلاک برانچ کراچی پاکستان ارسال کریں

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی۔ فون ۲۷۸۰۳۳۷ فیکس ۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A. Jinnah Road, Karachi
Ph: 2780337 Fax: 2780340

مرکزی دفتر حضوری باغ روڈ، ملتان
فون ۴۵۸۳۴۸۶-۴۵۱۴۱۲۲ فیکس ۴۵۴۲۲۷۷
Hazori Bagh Road, Multan.
Ph: 4583486-4514122 Fax: 4542277

لندن آفس:
35, Stockwell Green,
London, SW9 9HZ U.K.
Ph: 0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری — طابع: سید شاہد حسن — مطبع: القادر پرنٹنگ پریس — مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام کو مٹانے کی ناپاک قادیانی سازشیں

حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ اور حضرت مولانا نذیر احمد تونسویؒ کی شہادت کو ان سطور کے لکھے جانے تک ایک سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے لیکن تاحال ان شہداء اور ان سے پیشتر شہید ہونے والے اکابر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزیؒ حضرت مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہیدؒ حضرت مولانا مفتی عبدالسمیع شہیدؒ اور دیگر کے قاتلوں کی گرفتاری عمل میں نہیں آئی۔

اس سے ایک بات یہ بھی ابھر کر سامنے آتی ہے کہ ان شہید ہونے والے علمائے کرام کی شہادت کے پس پردہ قادیانیوں کی اسلام دشمن سرگرمیاں اور عالمی سطح پر مسلمانوں کے خلاف ہونے والے سازشیں کارفرما ہیں۔ اس کی وجہ ظاہر ہے حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزیؒ حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ اور حضرت مولانا نذیر احمد تونسویؒ کی وہ عظیم جدوجہد ہے جس کے ذریعہ وہ اسلام کو پوری دنیا پر غالب اور قادیانیت اور عالم کفر کو دنیا بھر میں مغلوب دیکھنا چاہتے تھے۔ انہوں نے دنیا بھر میں اسلام کو نقصان پہنچانے والی تحریکات کے خلاف علم جہاد بلند کیا ہوا تھا۔ ظاہر ہے کہ بین الاقوامی سازشیوں کو ان کا یہ کردار سخت ناپسند تھا اور وہ ہر قیمت پر ان حضرات کو اس عظیم مشن سے روکنا چاہتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے خیال میں ان حضرات کو شہید کروا کر اپنے ناپاک عزائم کی تکمیل کی راہ میں حائل اہم رکاوٹوں کو دور کیا۔

یہ حقیقت ڈھکی چھپی نہیں کہ اسلام کو مٹانے کی عالمی سازش کا سب سے اہم مہرہ قادیانی ہیں۔ قادیانیوں نے پہلے ملک میں اسلام پسندوں کو ”دہشت گرد‘ انتہا پسند اور شدت پسند“ باور کرایا اور پھر حکومت کو ان کے خلاف سخت ایکشن لینے پر اکسایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ گیہوں کے بجائے صرف گھن ہی پسا‘ اصل دہشت گرد تو ”محفوظ پناہ گاہوں“ میں چلے گئے جبکہ ”اسلام پسند“ دہشت گرد ٹھہرے‘ ملک میں اسلام سے محبت کو جرم بنا دیا گیا‘ ہر داڑھی اور ٹوپی والے کو مشکوک نظروں سے دیکھا جانے لگا‘ اسلام کا نام لینے والوں کو تحقیر آمیز ناموں سے پکارا جانے لگا‘ ڈالر کے پجاری محب وطن اور اسلام کے پیروکار وطن دشمن سمجھے جانے لگے‘ ملک کو اسلام سے دور کرنے کے لئے ”سب سے پہلے اسلام“ کے بجائے ”سب سے پہلے پاکستان“ کے نعرے لگائے جانے لگے‘ اپنے مسلمان بھائیوں کا گلا کاٹنے اور ان پر گولیاں چلانے کے لئے مسلمانوں ہی کو آگے کیا جانے لگا‘ فوج اور سول سروس میں تعینات قادیانیوں نے فوج کو تباہ کرنے اور اس کے موٹو ”جہاد“ سے دور کرنے کے لئے افضل جہاد اور اصغر جہاد کی تفریق شروع کردی اور مرزا غلام احمد قادیانی کے ایجنڈا ”جہاد حرام ہے“ کو ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔

قادیانیوں کی ان کوششوں کے باوجود فوج میں موجود مسلمانوں نے اسلام اور جہاد سے وابستگی کو نہ چھوڑا۔ دوسری طرف بیوروکریسی میں اپنے اثر و رسوخ کے باوجود قادیانی اپنی کوششوں میں خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ کر سکے۔ دیگر ذرائع سے بھی انہوں نے اپنی ناکام کارکردگی کا مشاہدہ کر لیا تو ان کے آقاؤں نے اپنا طریقہ کار بدل دیا اور یہ طریقہ کار اپنایا کہ مقتدر علمائے کرام کو نشانہ بنایا جائے۔ اس کے ذریعہ وہ کئی مقاصد بیک وقت حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اس کے ذریعہ وہ مختلف فرقوں کو باہم دست و گریباں کر کے فرقہ واریت کے پودے کو تناور درخت بنانا چاہتے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ عوام کو اس کے

ذریعہ علمائے کرام سے متنفر کرکے ان سے دور کردیا جائے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ اس طرح اسلام کو دہشت گردی کا مذہب اور مسلمانوں کو دہشت گرد ثابت کردیں گے اور معاشرے کو اسلامی اثرات سے پاک کردیں گے۔ وہ اس کے ذریعہ مذہبی طبقات اور فوج کو آپس میں لڑانے کا خواب دیکھ رہے تھے۔ ان کی کوشش تھی کہ مسلمانوں کو کمزور کردیا جائے تاکہ وہ قادیانیوں سے متعلق قوانین اور آئینی ترامیم' توہین رسالت کے قانون' حدود آرڈیننس اور دیگر اسلامی قوانین کا خاتمہ کرکے پاکستان کو قادیانی اسٹیٹ بناسکیں اور عالمی سطح پر اسلام کو پھیلنے سے روک سکیں۔

انہی مقاصد کے حصول کے لئے عالمی اسلام دشمن قوتوں اور ان کے آلہ کاروں نے پہلے مولانا حبیب اللہ مختارؒ اور مفتی عبدالسمیعؒ کو شہید کیا تھا' پھر شہید ختم نبوت حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ ان کی دہشت گردی کا نشانہ بنے تھے' پھر ان کے بعد جامعہ فاروقیہ کراچی کے اساتذہ پر فائرنگ کرکے انہیں شہید کیا گیا تھا' اسی طرح حضرت مولانا عبداللہؒ کو اسلام آباد میں شہید کیا گیا تھا' پھر حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزیؒ کو شہید کیا گیا اور بعد ازاں حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ اور حضرت مولانا نذیر احمد تونسویؒ کو شہید کرکے عالم اسلام کو خبردار کیا گیا کہ ان اسلام دشمن قوتوں کی راہ میں رکاوٹ بننے والی ہر شخصیت کو اسی طرح راستے سے ہٹادیا جائے گا۔

لیکن یہ قوتیں بھول گئیں کہ اسلام کی تاریخ شہادتوں اور قربانیوں سے رقم ہے' یہاں شہادت حیات ابدی کا پیغام لاتی ہے' یہاں دین قربانیوں کی بدولت زیادہ تیزی سے پھیلتا ہے' یہاں ایک شہادت ہزاروں افراد کو دائرۂ اسلام میں داخل ہونے کا باعث بنتی ہے۔ قادیانی اور ان کے آقا کان کھول کر سن لیں! یہ دین شہادتوں اور قربانیوں کی بدولت پہلے سے زیادہ تیزی سے پھیلے گا' عوام قربانیاں دینے والے ان علمائے کرام کے ساتھ پہلے سے زیادہ جڑیں گے' دینی تحریکات سے وابستہ افراد و کارکنان کی تعداد میں پہلے کی بہ نسبت کئی گنا اضافہ ہوگا' مسلمانوں کو دہشت گرد ثابت کرنے کی کوششیں بری طرح ناکام رہیں گی' اسلام کو دہشت گردی کا مذہب ثابت کرنے کا خواب دیکھنے والے اپنی حسرت دل میں لئے ہوئے قبروں میں جاپہنچیں گے' مختلف مکاتب فکر کو آپس میں لڑانے کی کوششیں ناکام ثابت ہوں گی' فرقہ واریت کو ہوا دینے کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوگا' قادیانیوں سے متعلق قوانین اور آئینی ترامیم اور دیگر اسلامی قوانین ملک میں حسب سابق اپنی اصل روح کے مطابق نافذ العمل رہیں گے اور پاکستان کو قادیانی ریاست بنانے کا خواب دیکھنے والے اپنے طبعی انجام کو جاپہنچیں گے۔ شہید ختم نبوت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ' مولانا حبیب اللہ مختارؒ' مفتی عبدالسمیعؒ' مولانا عبداللہؒ' مفتی نظام الدین شامزیؒ' مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ اور مولانا نذیر احمد تونسویؒ کی قربانیاں رنگ لائیں گی۔ دنیا میں اسلام کا غلغلہ بلند ہوگا اور غلبۂ اسلام کی راہ ہموار ہوگی' امت مسلمہ اسلام پر مکمل طور پر کاربند رہے گی اور غیر مسلم جوق در جوق دائرۂ اسلام میں داخل ہوں گے۔ ان حضرات کی شہادت اسلام کے عروج کی سمت ایک اہم قدم ثابت ہوگی۔

اس موقع پر ہم حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ اور حضرت مولانا نذیر احمد تونسویؒ اور ان سے قبل شہید ہونے والے علمائے کرام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ' حضرت مولانا عبداللہؒ' حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزیؒ' حضرت مولانا حبیب اللہ مختارؒ اور دیگر علماء کے قاتلوں کی گرفتاری کا مطالبہ کرنے کے ساتھ ساتھ قادیانیوں کی غیر آئینی و غیر قانونی سرگرمیوں پر پابندی عائد کرنے' پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنانے اور ملک میں اسلامی نظام رائج کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ حکومت ملک میں علمائے کرام کے قتل عام پر خاموش تماشائی نہیں بنی رہے گی بلکہ علمائے کرام کے اصل قاتلوں کو گرفتار کرکے انہیں قرار واقعی سزا دے گی اور انہیں نشان عبرت بنادے گی' ملک سے فرقہ واریت کے انسداد کے لئے سنجیدگی سے کوششیں کرے گی اور ٹھوس اقدامات اٹھائے گی' مساجد و مدارس کے تحفظ کے انتظامات کرے گی' ملک میں امن و امان کے قیام کو یقینی بنائے گی اور امن و امان کو تباہ کرنے والوں کو کیفر کردار تک پہنچائے گی۔

مولانا محمد رابع ندوی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشرتی زندگی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ شریعت اسلامی کا اہم ماخذ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مسلمان کی زندگی کے لئے واجب التقلید نمونہ ہے' اس سے ایک طرف شریعت کے بہت سے احکام و ہدایات ملتی ہیں' تو دوسری طرف اسی سے ہم کو اسلامی زندگی کا مثالی نمونہ بھی ملتا ہے۔ اس حیات طیبہ کو سن کر اور پڑھ کر مسلمان کا دل ودماغ جو کچھ اخذ کرتا ہے' اس سے اس کی دنیا بھی بنتی ہے اور دین بھی بنتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کیا اور آپؐ نے جو دیکھا اور ہونے دیا' ان سب کو حدیث کا نام دیا جاتا ہے اور حدیث شریعت اسلامی کا ایک بہت بڑا ستون ہے' لہٰذا ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا جی لگا کر مطالعہ کرے' اپنے جلسوں میں' تقریروں میں' گفتگو میں ان کی باتوں کا چرچا کرے' ان باتوں سے سبق لے اور ان کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کرے جن کو مستند کتابوں میں نقل کیا گیا ہے اور جن کا انسانی زندگی سے گہرا تعلق ہے' خواہ وہ زندگی دین کے معاملات کی ہو' خواہ دنیا کے معاملات کی۔

لیکن افسوس ہے کہ مسلمانوں کی توجہ اس کی طرف بہت کم ہے' ربیع الاول آتا ہے' سیرت النبیؐ کے جلسوں کی رونق آجاتی ہے' یہ جلسے بہت مبارک ہیں اور ضرور کرنا چاہئیں' لیکن اس بات کی فکر بھی بہت ضروری ہے کہ ان جلسوں سے صحیح فائدہ اٹھایا جائے' شرکت کرنے والوں کی اخلاقیات درست ہوں اور وہ ان سے سیکھیں اور نصیحت حاصل کریں۔

اس سلسلہ میں یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ کتنے لوگوں کی زندگیوں میں ان کے سننے اور جاننے سے تبدیلی آئی؟ کتنے لوگوں کی زندگی شریعت اسلامی کے سانچے میں ڈھلی' اگر ایسا نہیں ہوا تو پھر اس کا مطلب ہے کہ جلسہ کرنے والوں میں کوئی نہ کوئی بے خیالی ہے کہ جو فائدہ حاصل کر سکتے تھے وہ حاصل نہ کر سکے اور اس مقصد کو پورا نہ کر سکے' جس مقصد کے نام پر یہ جلسے کیے جاتے ہیں' وہ صرف معجزات یا ایسے کمالات کے بیان میں محدود ہو کر رہ گئے جن پر آپؐ کے امتیوں کا عمل ممکن نہیں یا بہت ہی مشکل ہے' دیکھنے میں یہ آ رہا ہے کہ نہ مقررین اس کا خیال کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کے نصیحت آمیز پہلوؤں کو بیان کریں اور نہ سامعین کو اس کا شوق کہ وہ باتیں سنیں جن سے ان کو سبق ملتا ہو' ہاں چمک دمک' ذوق و پسند کی باتوں سے خوش کن جلسہ تو ہو جاتا ہے' لیکن اس سے فائدہ پہنچنے کی طرف دھیان دینے کی ضرورت ہے۔ اگر ان سب میں حیات طیبہ مبارکہ کی عملی روح بیان کی جاتی اور حیات طیبہ کا مقصد چمکتا نظر آتا تو زندگیوں کو روشن کر دیتا اور اعمال کی اصلاح کر دیتا' جس کی اس وقت امت کو بہت ضرورت ہے اور امت اس سے بہت ہٹ گئی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پروردگار کے محبوب اور عظیم المرتبت نبی تھے' اللہ تعالیٰ چاہتا تو آپ ناز و نعم میں زندگی گزارتے اور آرام و راحت کے ساتھ اپنی نبوت کی ذمہ داری پوری کرتے' شان و شوکت بھی نظر آتی' عظمت و قوت بھی خوب ظاہر ہوتی' لیکن ایسا نہیں ہوا' آپؐ نے غربت جیسی سادہ طرز کی زندگی گزاری' نہ اس میں دولت مندی کا اظہار تھا اور نہ شان و عظمت کا دکھاوا' بلکہ واقعہ تو یہ ہے کہ آپ کو زندگی کی بہت صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں' مصیبتیں جھیلنا پڑیں اور یہ سب دعوت حق کو عام کرنے کے لئے' اللہ کا پیغام پہنچانے کے لئے' انسانوں کے ساتھ ہمدردی و خیرخواہی کرنے کے لئے اور اپنی امت کو زندگی کے رضائے الٰہی والے طریقوں کو بتانے کے لئے گوارا کرنا پڑا' خود تکلیف اٹھاتے' دوسروں کو آرام پہنچاتے' غریبوں کی مدد کرتے' سب کے ساتھ برابری اور اخلاق کے ساتھ پیش آتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں جب تشریف لائے تو پیدا ہونے سے قبل اور پیدا ہونے کے چند سال بعد والد اور والدہ کی شفقتوں سے محرومی برداشت کرنے پڑی' ذرا بڑے ہوئے تو

شفیق دادا بھی نہ رہے' صرف چچا کی ہمدردی و شفقت باقی رہی' لیکن چچا کو غربت کا سامنا تھا' لہٰذا آپ کو بھی غربت کا سامنا کرنا پڑا' یتیمی پھر غربت' دوہری دشواری' آپ کچھ بڑے ہوئے تو معاشی لحاظ سے اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کی تدبیر کی' آپؐ نے اپنے قبیلہ کے دستور کے مطابق کاروبارو تجارت کی طرف توجہ دی' آپ کی ذہانت وامانت رنگ لائی اور کاروبار کے ذریعہ آپ کے اقتصادی حالات میں تبدیلی آئی' اس سے آپؐ نے شفیق چچا کی مدد بھی کی اور وہ اس طرح کہ ان کے ایک صاحبزادہ کو آپؐ نے اپنی کفالت میں لے کر ان کے بوجھ کو ہلکا کیا' دوسری طرف قوم کے سامنے آپؐ کے جو اعلیٰ انسانی اخلاق و کردار آئے' ان سے آپ کو سب کی محبت وقدر حاصل ہوئی' آپ کا نام سب نے امانتدار رکھ دیا اور آپؐ سب کی آنکھوں کا تارہ بن گئے' ہر ایک بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتا تھا' لیکن جب نبوت کی ذمہ داری ملی اور اس کا کام سپرد ہوا' اس کام کے کرنے سے لوگوں کا سابقہ رویہ بدل گیا' آپؐ کے درپے آزار بن گئے' اگر پہلے جیسے رہتے تو قریش میں آپؐ سے زیادہ پسندیدہ اور محترم شخص کوئی اور نہ ہوتا' آپؐ قریش کے بادشاہ کی طرح ہوجاتے اور آپ کو دنیاوی وجاہت انتہا درجہ کی حاصل ہوتی' آپؐ جو کہتے قریش اس کو بجالاتے' آپؐ کے لئے سب اپنی نگاہیں فرش راہ کرتے' لیکن خدا کو آپؐ سے دعوت واصلاح کا کام لینا تھا' آپؐ کو حکم ہوا کہ قوم کے عقیدوں اور مذہبی عادتوں کی جو بگڑی ہوئی شکلیں چل رہی تھیں' ان کی اصلاح کا پیغام سنائیں' آپؐ نے رسالت کی ذمہ داری اٹھائی اور اس کی انجام دہی سے جو تکلیفوں کا سلسلہ شروع ہوتا تھا' اس کے لئے تیار ہوگئے' آپ کو آرام مطلوب نہ تھا' آپ کو انسانوں کی خیرخواہی مطلوب تھی' چنانچہ عداوت کا جو طوفان اٹھا وہ زبردست تھا' آپ کو امانتدار اور نیک کردار کہنے والے اور عزت و احترام سے پکارنے والے بگڑ گئے' پہلے جو تعریف کرتے تھے' اب برائی کرنے لگے' پہلے آنکھوں میں بٹھانے کے لئے تیار رہتے تھے' اب پتھر مارنے لگے' عزت کرنے والے مذاق اڑانے لگے' گندگی اور کیچڑ ڈالنے لگے' آپؐ نے یہ سب جھیلا اور پیغام خداوندی سناتے رہے' حق وانسانیت کے لئے حکم الٰہی کی بجا آوری کے لئے سب برداشت کرتے' جواب نہ دیتے' صبر آزما معاملہ تھا' لیکن آپؐ نے عظیم صبر سے کام لیا' برداشت سے باہر تھا' پھر بھی برداشت کیا' کیونکہ حکم الٰہی تھا کہ برداشت کرو' جواب نہ دو' مخالفت کے باوجود نیکی کی تلقین کرتے اور حق کا پیغام پہنچاتے رہے۔

تیرہ سال اسی جدوجہد اور صبر میں گزرے اور برداشت اور صبر کا حکم جاری رہا' حتیٰ کہ وطن چھوڑنے پر مجبور ہوئے اور دوسری جگہ منتقل ہونا پڑا' بالآخر خدا کی طرف سے اجازت ملی کہ بہت ظلم ہوچکا' اب جواب دے سکتے ہو' اب مقابلہ پڑے تو مقابلہ کرسکتے ہو' اللہ کی مدد ہوگی' یہاں سے مقابلہ کا آغاز ہوا اور اللہ تعالیٰ کی جو مدد تکلیف جھیلنے اور برداشت کرنے میں آتی تھی' وہ مقابلہ کی اجازت کے بعد جاری رہی اور میدان جنگ میں آئی' آپؐ پر دشمن حملہ آور ہوتا' آپؐ کے نئے وطن مدینہ پر چڑھائی کرتا' آپؐ مقابلہ کرتے اور بہادری کا ثبوت دیتے' یہ سب حق کے لئے تھا' اپنے پروردگار کی رضا کے حصول کے لئے تھا' نفس کشی تھی' راحت کی قربانی تھی' مکہ کی تیرہ سالہ مدت میں بھی قربانی اور مدینہ کی دس سالہ مدت میں بھی خطرات کا مقابلہ اور قربانی' اعلیٰ اور پاکیزہ زندگی' انسانیت' رواداری' برداشت' ثابت قدمی' بہادری' شرافت و عظمت' کردار کے طرح طرح کے انداز' یہ تھی انسانیت نواز مثالی زندگی۔

آپ کی ایک ایک ادا' ایک ایک گوشہ آپؐ کی امت کے لئے رہنما اصول تھا' نمونہ تھا کردار کا اور وہ انسانی زندگی کے متنوع ومختلف پہلوؤں پر مشتمل تھا' آپ اپنے رفقاء کے ساتھ ایک نہایت ہمدرد اور انس ومحبت رکھنے والے رفیق تھے' عام انسانوں کے لئے غمگسار اور انسانیت نواز انسان تھے' کمزوروں' غریبوں کی مدد کرنے والے' چھوٹوں پر شفیق' بڑی عمر والوں کی عمر کا خیال کرنے والے' گھر کے اندر گھر کے ایک عام فرد' اپنے اصحاب ورفقاء میں ان کے احساسات وجذبات کا خیال رکھنے والے تھے' آپ کی تعلیم تھی کہ چھوٹے اور بڑے دونوں ایک جگہ ہوں' تو بڑے کے بڑا ہونے کا خیال کرو۔

بچوں کے ساتھ شفقت ورعایت کا یہ حال تھا کہ ایک بچہ ابوعمیر تھا' اس کے پاس ایک چڑیا تھی جو مرگئی' آپؐ اس سے ملے تو اس سے ہمدردانہ طریقہ سے پوچھا: اے ابوعمیر! تمہارا پرندہ نغیر کیا ہوا؟ آپ کو کوئی بوڑھی عورت راستہ میں روک لیتی اور اپنی بات کہتی رہتی' آپؐ سنتے رہتے اور اس کا دل چھوٹا نہ کرتے' آپ اپنے رفقاء کے ساتھ ہوتے تو ان سے انس ودلچسپی کی بات کرتے' ایک مرتبہ ایک بوڑھی عورت نے آپؐ سے جنت میں جانے کی دعا کی درخواست کی تو آپؐ نے فرمایا کہ بوڑھی عورت جنت میں نہ جائے گی' وہ روتی ہوئی لوٹنے لگی' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے

کہہ دو کہ جنت میں بڑھاپے کی حالت میں نہیں داخل ہوگی۔ ایک شخص نے آپؐ سے اپنی ضرورت کے لئے اونٹ مانگا' آپؐ نے ازراہ مزاح فرمایا کہ تمہیں اونٹ کا بچہ دوں گا' وہ کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! بچے سے میرا کام نہ چلے گا' آپؐ نے فرمایا: ہر اونٹ' اونٹ کا بچہ ہی تو ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ رات کا وقت تھا اور کوئی خطرناک آواز آئی' جیسے کوئی دشمن ہو یا خوفناک جانور' آپؐ نے تحقیق کے لئے اپنے رفقاء کی طرف دیکھا' وہ کچھ ڈرے سے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: میں خود جا کر دیکھتا ہوں اور آپؐ نے کسی پر دباؤ نہیں ڈالا بلکہ خود جا کر دیکھا اور تحقیق کر کے تشریف لائے۔

اسلام میں ضرورت محسوس ہونے پر ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت دی گئی ہے جو عام مسلمانوں کے لئے چار کے اندر محدود رکھی گئی ہے' البتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ کی اجازت دی گئی' لیکن آپؐ نے عنفوان شباب کا سارا زمانہ صرف ایک بیوی کے ساتھ گزارا اور وہ بھی آپؐ سے عمر میں بڑی تھیں' بعد میں نبوت کے کام کے ساتھ حکومت و سیاست' صلح و جنگ اور دیگر معاملات کی ذمہ داریاں آپ کی بہت بڑھ گئیں' اس وقت آپؐ نے کئی بیویوں کی اجازت سے فائدہ اٹھایا اور اس اجازت سے آپؐ نے بہت سی پیچیدگیوں کو حل کرنے میں بھی مدد لی' آپؐ نے اس کے ذریعہ یہ بھی دکھایا کہ اسلام میں ذات پات' سماجی پوزیشن اور رواجی عادتوں کے فرق کی بنیاد پر انسانوں کے درمیان فرق نہیں کیا جاتا' چنانچہ آپؐ نے اپنی ازواج مطہرات میں اپنے معزز خاندان کی اور دیگر خاندانوں کی بھی بیویاں شامل کیں' آپؐ نے نومسلم خاتون کو بھی داخل زوجیت کیا' باندی بن کر آنے والی خاتون کو بھی آزاد کر کے داخل زوجیت کیا' اپنے متبنیٰ کی مطلقہ کو بھی شامل کیا جو کہ عرب کے معاشرے میں غلط سمجھا جاتا تھا' لیکن خدا کا حکم آیا کہ متبنیٰ کو بیٹے کی طرح نہ سمجھا جائے اور اس کو بیٹے کے حقوق بھی نہ دیئے جائیں' چنانچہ آپؐ نے عرب معاشرے کے متبنیٰ کے غلط رواج کو توڑا۔

آپؐ نے ایسی شادیاں بھی کیں' جن میں تعلق والوں کی دلداری مقصود تھی' ایسی بھی شادی کی جس سے غلط رواج کو باطل کرنا تھا' ایسی بھی کی جس میں دوسروں کی خدمات و تعلق کا صلہ تھا' پھر ان سب کے درمیان ایسا انصاف اور برابری کا برتاؤ کیا کہ جو اپنی نظیر آپ ہے' اپنی پسند کو باعث ترجیح نہیں بنایا' مدینہ منورہ میں فدک و خیبر میں آپؐ کو کچھ جائیداد حاصل ہوگئی تھی' فصل پر اس کا غلہ آتا تو آپؐ وہ اپنی تمام ازواج مطہرات میں برابر تقسیم کر کے ہر ایک کو اس کے حصہ کا مالک بنا دیتے تھے' آپؐ اپنے دنوں اور راتوں کو ازواج مطہرات میں برابری کے ساتھ تقسیم کرتے تھے اور اس میں ہر ایک کا حق پورا ادا کرتے تھے اور جب آپؐ کا آخری مرض ہوا تو بیماری کے تقاضے سے آپؐ نے ایک ہی گھر میں رہ کر علاج کرانا مناسب سمجھا۔

جب آپؐ سفروں میں جاتے تو کسی ایک بیوی کو ساتھ لے جاتے اور ایسے میں خود اپنی مرضی و پسند سے انتخاب نہ کرتے بلکہ قرعہ ڈالتے' جس کا نام نکلتا اس کو لے جاتے' آپؐ اپنے اہل خانہ کے لئے اس طرح اخلاق و محبت کا برتاؤ کرتے' جیسا شوہر کو بیوی کے ساتھ کرنا چاہئے' نبی ہونے کی بنا پر اس سے برتری کے طرز پر معاملہ نہ کرتے' بیوی کے انس و خوشی کا لحاظ رکھتے' ایک مرتبہ کچھ حبشی جنگجو اپنے ملک کے جنگی کرتب آپؐ کے مکان کے سامنے دکھا رہے تھے' آپؐ نے اپنی اہلیہ کو بھی دکھایا' بلکہ دروازہ پر کھڑے ہو کر آڑ بنا دی اور اپنے کاندھے کے بیچ سے ان کو دیکھنے کا موقع دیا۔

آپؐ ایک بار بچوں کو پیار کر رہے تھے' ایک صحابی کو تعجب ہوا کہ آپؐ نبی جیسے باوقار منصب پر ہونے کے باوجود یہ عام لوگوں جیسا معاملہ کر رہے ہیں' لیکن آپؐ نے فرمایا کہ یہ رحم و شفقت کا جذبہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے دلوں میں رکھا ہے' اس کو دبانا نہ چاہئے' آپؐ کے ایک نواسہ کا انتقال ہوا تھا جو بچہ تھا' آپؐ کی صاحبزادی نے آپ کو بلوایا' آپ تشریف لائے' بچہ کو گود میں لیا' آپ کی آنکھوں میں آنسو آگئے' خود آپؐ کے صاحبزادہ کا بھی انتقال ہوا' آپؐ نے اپنے جذبات غم کو اپنے آنسو سے ظاہر کیا اور فرمایا کہ میرا دل بڑا غمزدہ ہوا' مسرت کے موقع پر مسرت کا اظہار ہوتا تھا' ایک غزوہ میں فتح کے موقع پر حضرت جعفرؓ جو آپؐ کے چچا زاد بھائی تھے اور آپ کو ان سے تعلق بھی بہت تھا' ہجرت حبشہ میں ایک عرصہ رہنے کے بعد آئے تو آپؐ نے مسرت و کیفیت کے ساتھ فرمایا کہ میرے لئے یہ کہنا مشکل ہے کہ مجھے اس جنگ میں فتح سے زیادہ خوشی ہوئی یا جعفرؓ کے آنے سے زیادہ خوشی ہوئی۔

آپؐ اپنے رشتہ داروں سے محبت کے ساتھ ساتھ تمام صحابہ کرامؓ سے بلکہ تمام انسانوں کے ساتھ بھی ہمدردی' محبت اور رواداری کا برتاؤ فرماتے' کبھی اپنی ذات کے لئے کسی پر غصہ نہ کرتے' خواہ آپ کا کیسا ہی نقصان ہوا اور اذیت پہنچی' آپؐ نے کبھی آپ کا کوئی کام کرنے والوں کو ان کی غلطی پر مارا نہیں' اپنے کسی صحابیؓ کی کسی غلطی پر

ڈانٹا نہیں' ہاں اگر اسلام اور دین کے معاملہ میں کوئی غلطی کرتا تو آپ بہت ناراض ہوتے۔

ایک مرتبہ آپ اپنے آخری زمانہ میں یہ فرمانے لگے کہ دیکھو! اگر کسی کو مجھ سے کوئی تکلیف پہنچی ہو' میری طرف سے اس کے ساتھ کوئی زیادتی ہوگئی ہو تو وہ اس کا بدلہ اسی زندگی میں لے لے' آخرت پر اٹھا نہ رکھے' اس پر ایک صحابیؓ نے کہا: اے اللہ کے رسول! ایک مرتبہ آپ کا کوڑا میری پیٹھ پر لگ گیا تھا' اس پر آپؐ نے اپنی پیٹھ کھول دی کہ اس پر کوڑا مارلو' وہ صحابیؓ کوڑا کیا مارتے' لپٹ گئے اور مبارک پیٹھ کو چوم لیا۔

اپنے رفقاء کے ساتھ آپ اتنے بااخلاق تھے کہ کوئی فائدہ کی بات ہوتی تو اپنے ساتھی کو ترجیح دیتے' آگے بڑھاتے' ذمہ داری اور حقیقت کی بات ہوتی تو خود آگے بڑھ آتے' آپؐ نے اعلان فرمادیا تھا کہ انتقال کرنے والا جائیداد چھوڑ جائے تو وہ اس کے وارثوں کی ہے اور اگر قرضہ چھوڑ جائے تو اس کی ادائیگی میرے ذمہ ہے۔

آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کی بہت چہیتی بیٹی تھیں' ہمیشہ ساتھ رہتی تھیں' دوسری صاحبزادیوں کی طرح اپنے شوہروں کے ساتھ علیحدہ نہیں رہیں' کیونکہ ان کے شوہر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپؐ نے اپنے بیٹے کی طرح رکھا تھا' پھر داماد بنایا' وہ ساتھ میں رہتے تھے لیکن بیٹی کے چہیتی ہونے کے باوجود آپؐ نے ان کو دولت و ثروت نہیں عطا کی' نہ ایسا انتظام فرمایا کہ وہ کسی خادمہ کو رکھ سکیں' وہ گھر کا سارا کام اور شوہر کی خدمت اپنے ہاتھوں سے کرتی تھیں' پانی بھی خود بھر کر لاتی تھیں' آپؐ نے ان کو کوئی خادم یا خادمہ مہیا نہیں کیا' حالانکہ خادم اور خادمائیں آتی تھیں اور آپؐ دوسروں کو دیتے تھے' حضرت فاطمہؓ نے عرض بھی کیا' آپؐ نے ان کو کچھ پڑھنے کو بتادیا مگر خادمہ نہیں دی' حالانکہ یوں بہت محبت وشفقت کرتے تھے' حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بھی بہت خیال فرماتے تھے' ایک بار حضرت علیؓ کو حضرت فاطمہؓ سے کچھ ناگواری ہوئی' جیسی شوہر و بیوی کے درمیان کبھی کبھی ہوجاتی ہے' حضرت علیؓ مسجد میں جاکر لیٹ گئے' آپؐ کو معلوم ہوا تو خود منانے تشریف لے گئے' حالانکہ حضرت علیؓ آپؐ سے بہت چھوٹے تھے' آپؐ نے ان کی پرورش بچپن سے کی تھی لیکن آپؐ نے ان کو محبت کے ساتھ جگایا' فرمایا: ارے تمہارے جسم میں مٹی بھرگئی ہے' اٹھو! کوئی غصہ نہیں کیا اور نہ اپنی صاحبزادی کی طرفداری میں ان کو سخت بات کہی۔

آپؐ بات کرنے والے کی بات اخلاق و ہمدردی کے ساتھ سنتے تھے' وہ کچھ مانگتا اور وہ چیز موجود ہوتی تو ضرور دے دیتے تھے' خواہ خود کو تکلیف ہوجائے' ایک مرتبہ ایک نئی شال آپؐ کے پاس آئی' کسی نے مانگ لی' آپؐ نے اسی وقت اس کو دے دی' حالانکہ آپؐ کو ضرورت بھی تھی اور جب مانگنے والے کو دینے کے لئے آپؐ کے پاس کچھ نہ ہوتا تو نرم کلامی اور ہمدردی کے ساتھ اس کو واپس کرتے۔

آپؐ اپنے صحابہ میں یوں گھل مل کر رہتے اور بات کرتے کہ نہ جاننے والوں کو پریشانی ہوجاتی کہ مجمع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں؟ ہجرت مدینہ کے موقع پر جب قبا پہنچے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آپؐ کے ساتھ دیکھنے والے نہ پہچان سکے کہ ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں؟ جب حضرت ابوبکرؓ نے دھوپ سے آڑ کردی' تب لوگوں کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہوں گے جن پر دھوپ کی وجہ سے چادر تانی گئی۔

ضرورت مندوں کی مدد میں اس قدر بڑھے ہوئے تھے کہ اس کی مثال نہیں ملتی' اس کے ساتھ ساتھ اپنے رب کی عبادت اور خوشنودی کے لئے جو زیادہ سے زیادہ ہوسکتا تھا وہ کرتے تھے' رات کو تہجد اتنی دیر تک پڑھتے کہ پیروں میں ورم آجاتا' نفل روزے اتنے رکھتے کہ بعض وقت ایک ایک مہینہ گزر جاتا اور رمضان میں عبادت اور غریبوں کی مدد اپنی انتہا کو پہنچ جاتی' ایک مرتبہ ایک صحابیؓ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! آپ عبادت میں اتنا کیوں اپنے کو کھپاتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے پچھلے گناہ سب اللہ تعالیٰ نے معاف کردیے ہیں' آپؐ نے فرمایا کہ کیا میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

وسیع القلب اتنے تھے کہ مکہ میں تیرہ سال سخت تکلیف دیے جانے کے باوجود جب مکہ پر آپ کا غلبہ ہوا اور آپ شہر میں فاتحانہ داخل ہوئے اور وہ لوگ سامنے آئے' جنہوں نے آپ کو تکلیف پہنچانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی' سازش کرکے رات میں قتل کردینے کی بھی تدبیر کی تھی' آپؐ نے فرمایا: جاؤ سب آزاد ہو' میں انتقام نہیں لیتا۔

دس سال مکہ میں ایذا دیے جانے کے بعد طائف تشریف لے گئے تھے کہ وہاں کوئی بااثر شیخ قبیلہ اگر آپ کی بات کو قبول کرلے تو اس سے مکہ میں آپ کو تقویت وحفاظت مل سکے گی' لیکن وہاں کے سرداروں نے مکہ کے سرداروں کا سا ہی رویہ اپنایا' آپ کو شہر سے نکال دیا' اوباش لڑکے پیچھے لگادیے جو پتھر مارتے تھے' آپ کی اس کسمپری اور

بے بسی پر پروردگار کو بہت رحم آیا' اس نے فرشتہ بھیجا کہ آپ کہیں تو ان طائف والوں کے اوپر ان کے دونوں جانب کے پہاڑوں کو ملا دیا جائے اور ان کا خاتمہ کر دیا جائے' آپ راضی نہ ہوئے اور فرمایا کہ اگر یہ بات نہیں مانتے تو کیا عجب ہے کہ ان کے بعد آنے والی نسل بات مان لے اور مسلمان ہو جائے' اور سخت تکلیف اٹھانے کے باوجود انتقامی طریقہ اختیار نہیں کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام بحیثیت نبی کے بہت اونچا ہے' لیکن اسی کے ساتھ بحیثیت انسان کے اخلاق' محبت' ہمدردی' انسان نوازی' خوش اخلاقی' خاکساری' تواضع' مہمان داری' غرباء پروری' مصیبت زدوں کے ساتھ ہمدردی بھی انتہائی بڑھی ہوئی تھی' ایک طرف آپ نبوت کے کمالات کا مظہر تھے اور دوسری طرف انسانی خوبیوں کا اعلیٰ پیکر تھے' ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا مطالعہ دونوں پہلوؤں سے کرنا چاہئے' ایک طرف یہ کہ اس سے ہم کو شریعت کی تعلیمات ملتی ہیں جن پر عمل کر کے خدا کو راضی کر سکتے ہیں اور اپنی آخرت بنا سکتے ہیں' دوسری طرف یہ کہ انسانی و بشری خوبیوں اور خصلتوں کے کیسے کیسے اعلیٰ نمونے سامنے آتے ہیں' جن کے اختیار کرنے سے دنیاوی اعتبار سے اور سماج کے اندر ہم ایک اعلیٰ خصلتوں کے انسان بن سکتے ہیں۔

ہم صرف روشنی کر کے اور صرف معجزات بیان کر کے خود اپنے کو بہت خوش تو کر لیتے ہیں' لیکن رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنے کے لئے یہ روشنی اور شاندار مظاہرے مفید نہیں' مفید تو آپ کی حیات طیبہ کے اخذ فیض سے آپ کی سنت کی اتباع کرنا ہے' انسانوں کے لئے ہمدردی اور محبت وعنایت کا اختیار کرنا ہے' ہم کو دیکھنا چاہئے کہ ہم اپنے ذوق کی تسکین اور دکھاوا کرنا چاہتے ہیں یا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی کے کام کرنا چاہتے ہیں؟ ہمیں سیرت پاک کی محفلوں میں اتباع سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور سامنے لانا چاہئے تا کہ آخرت میں آپ سے اگر ملاقات مقدر ہو تو آپ یہ نہ فرمائیں کہ تم نے ہم کو تو خوش نہیں کیا' صرف اپنے کو ہی خوش کرتے رہے اور شان و شکوہ سے اپنا دل بہلاتے رہے اور ہماری سنتیں مٹتی رہیں' کتنے غریب غربت برداشت کرتے رہے اور دولت مند دولت کو صرف ذوق اور دکھاوے میں اڑاتے رہے' امت پریشان رہی اور خوشحال لوگ مزے اڑاتے رہے۔

☆☆.........☆☆

توجہ فرمائیں

فتنہ قادیانیت اور دیگر باطل فتنوں سے باخبر رہنے کے لئے ہفت روزہ "ختم نبوت" کا مطالعہ کیجئے۔ اس کے خریدار بنئے اور دیگر دوست و احباب کو بھی اس طرف توجہ دلائیں ہفت روزہ "ختم نبوت" میں اشتہار دے کر جہاں آپ اپنی تجارت کو فروغ دیں گے وہاں آپ اس کار خیر میں شریک ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دیرینہ محبت و تعلق کی بنا پر قیامت کے دن باعث شفاعت کا ذریعہ بھی بنیں گے۔

علماء کرام کیلئے خصوصی پیشکش

علماء کرام کے اہل خانہ کے لئے ہمارے ہاں سے زیورات کی خریداری پر کسی بھی قسم کی گھڑائی جڑائی نہیں لی جائے گی' خرید بصورت واپسی اصل سونے کی قیمت جب چاہیں واپس حاصل کریں

ائمہ مساجد بھی اس پیشکش سے فائدہ اٹھائیں

ستارا جیولرز

صرافہ بازار میٹھادر کراچی نمبر 2 فون: 2545805-2545080

ABDULLAH SATTAR DINA & SONS JEWELLERS

عبداللہ ستار ڈینا اینڈ سنز جیولرز

Gold, Silver, Sellers & Order Suppliers

Shop: 85, Kundan Street, Sarafa Bazar, Mithader, Karachi. Ph: 2514972-2531133

نیا خون

کوئی جسم اس وقت تک تندرست وتوانا نہیں رہ سکتا' جب تک اس میں نئے اور صاف خون کی تولید نہ ہوتی رہتی ہو' کوئی درخت اس وقت تک شاداب نہیں رہ سکتا جب تک اس میں نئی نئی پتیاں اور کونپلیں نہ نکلتی رہتی ہوں' امت مسلمہ بھی ایک جسم ہے' جس کو ہر دور میں نئے خون کی ضرورت ہے' اس درخت کو بھی ہر موسم میں ہری بھری شاخوں اور نئی نئی پتیوں کی ضرورت ہے۔

امت مسلمہ کا سدا بہار درخت ہمیشہ نئی نئی پتیاں اور ہری بھری ڈالیں پیدا کرتا رہا اور لباس بدلتا رہا' دماغی صلاحیتوں' سماجی قوت ونشاط' خاندانی ونسلی جوہر وصفات' آبائی شرافت' فطری مردانگی وشجاعت کے بڑے بڑے ذخیرے جو اپنی اپنی جگہ صدیوں سے جمع ہو رہے تھے اور حقیر حقیر چیزوں اور پست مقاصد میں ضائع ہو رہے تھے' اسلام کے ذریعہ امت کی طرف منتقل ہوتے رہے اور اسلام کے کام آتے رہے' باغ باغ کے پھول اور چمن چمن کے شگوفے اس امت کے گلدستہ میں نظر آتے ہیں اور اپنی بہار دکھاتے ہیں' کوئی ایران کا ہے کوئی خراسان کا' کوئی یمن کا ہے کوئی بدخشاں کا' کوئی مصر کا ہے کوئی اصفہان کا' ہر ایک اپنا خاص رنگ اور اپنے ملک اور قوم کا اور اپنی نسل وخاندان کا اصلی جوہر جو دوسرے ملک وقوم میں نایاب یا کمیاب تھے اپنے ساتھ لایا اور اسلام کی نذر کیا' اس طرح انسانیت کے چمن کے بہترین پھول اور پھول اسلام کے لئے ڈالی میں لگ کر آئے' اب اسلام صرف نسل عرب اور ان میں سے بھی تنہا خاندان بنی عدنان کی موروثی صفات وکمالات کا مالک نہ تھا بلکہ پوری دنیا کی دماغی صلاحیتوں' فطری شرافتوں اور قومی خصوصیتوں کا سرمایہ رکھتا تھا' اس لئے کوئی ایک قوم یا نسل خواہ وہ کتنی ہی فائق ہو' دماغی یا جسمانی حیثیت سے اس کے ساتھ ایک ترازو میں تل نہیں سکتی تھی' اس کے اندر ساری قوموں کا وزن اور اس کے جسم میں دنیا کی تمام نسلوں کا ست آگیا تھا' وہ انسانیت کا جوہر تھا اور نوع انسانی کی طاقتوں کا سب سے بڑا خزانہ۔

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نسل وقومیت کے پرستاروں اور اپنی قوم کو خدا کی منتخب قوم سمجھنے والوں کے بالکل برخلاف اس حقیقت کا اعلان فرمایا ہے کہ خدا کی بخشش اور جسم ودماغ' عقل وادراک فہم وفراست' شرافت ونجابت اور جواں مردی وشجاعت کے فطری عطیے کسی قوم ونسل کے ساتھ مخصوص نہیں' فطرت کا یہ سرمایہ نوع انسانی میں بہت پھیلا ہوا ہے' ذہانت وذکاوت' مروت وشرافت' قوت وشجاعت' خدا کی مخلوق میں پوری فیاضی سے تقسیم ہوئی ہے' اس پر کسی ایک قوم یا خاندان کا اجارہ نہیں۔ جس طرح سونے چاندی کی کانیں دنیا کے بہت سے ملکوں میں پائی جاتی ہیں اور یہ انسانوں کے بس کی بات نہیں کہ ان کو اپنے محبوب، وطن اور اپنے مقدس ملک کے ساتھ مخصوص کر دیں' اسی طرح جوہر انسانیت کی کانیں اور انسانی صفات وکمالات کے دفینے بہت ملکوں میں پائے جاتے ہیں۔ "الناس معادن کمعادن الذھب والفضۃ" انسان بھی اعلیٰ صفات اور قابلیتوں کی کانیں ہیں جیسے سونے چاندی کی کانیں ہوتی ہیں' ویسی ہی قدیم جو ہزاروں برس سے چلی آرہی ہیں' ویسی ہی فطری جس میں انسان کی صفت کو دخل نہیں' ویسی ہی بھرپور اور بیش قیمت جو پورے پورے ملک اور انسانی حد بندیوں سے بے نیاز ہیں' ویسی ہی مخفی جو بغیر خدمت ومحنت اور تہذیب وتنظیم کے مٹی میں ملی ہوئی ہیں' ویسی ہی کھری اور اصلی' اپنی قیمت اپنے ساتھ رکھنے والی' جو ہر بازار اور ہر صرافہ میں موتیوں کے تول تلیں اور سونے کے مول بکیں۔ اس میں نہ عقیدہ کا اختلاف حارج ہے نہ مذہب وملت کا فرق' سونا سونا ہے' اگرچہ کافر کے ہاتھ میں ہو یا مومن کے ہاتھ میں' ہیرے کے دام ایک ہیں' اگرچہ جوہری میلا کچیلا اور بداخلاق ہے یا صاف ستھرا اور مہذب' گوہر شب چراغ بڑھیا کے جھونپڑے اور بادشاہ کے محل دونوں کو روشن کرسکتا ہے۔ "فخیارھم فی الجاھلیہ خیارھم فی الاسلام" جو جاہلیت میں اپنے ذہن وذکاوت اور فہم وفراست میں ممتاز تھا وہ اسلام میں بھی ان چیزوں میں ممتاز رہے گا' جو جاہلیت

میں حمیت وغیرت اور قوت وشجاعت میں امتیاز رکھتا ہے‘ اسلام میں بھی ان کمالات میں ممتاز رہے گا‘ میدان جہاد میں دوسروں سے سبقت لے گا‘ البتہ اس کی ضرورت ہے کہ جاہلیت کی ان صفات میں اسلام توازن واعتدال اور نظم وتہذیب پیدا کردے‘ سونا بہرحال سونا ہے لیکن بازار میں جانے سے پہلے ضرورت ہے کہ اس کو مٹی سے صاف کرکے اور گڑھ کر اور چکا کر اس کو زیور بنانے کے کام کا بنادیا جائے: ”فخیارھم فی الجاھلیة خیارھم فی الاسلام اذا فقھوا فی الدین“ جو ان میں سے جاہلیت میں سب سے بہترین تھے‘ اسلام میں بھی سب سے بہتر رہیں گے‘ بشرطیکہ انہیں دین میں درجہ فقاہت (جس کا لازمی نتیجہ اعتدال وتہذیب واشیاء کا صحیح تناسب معلوم ہوتا ہے) حاصل ہوجائے۔

اسلام کی ابتدائی تاریخ اس حکمت نبویؐ کی پوری تصدیق کرتی ہے‘ سیدنا ابوبکرؓ اسلام سے پہلے بھی سچائی‘ نرم دلی‘ معاملہ فہمی اور اپنی سلامت روی میں ممتاز تھے‘ اسلام نے ان اوصاف کو اور چمکایا اور ان کو صدیق بنادیا‘ آنکھوں میں نمی اور دل میں محبت کی گرمی پہلے سے موجود تھی‘ رسول اللہ ﷺ کی محبوبیت نے اسی محبت کو ٹھکانے لگادیا‘ پروانہ حیران تھا اور اس کو اپنی حیرانی کی خود خبر نہ تھی‘ شمع نے اس کو نثار ہونا اور جلنا سکھادیا‘ حضرت عمرؓ دلیر تھے‘ بے باک تھے‘ طبیعت کے جری اور ارادہ کے قوی تھے‘ پورے مکہ کو اس کا علم تھا‘ لیکن اس شجاعت ودلیری کو کوئی بڑا میدان نہیں ملتا تھا‘ اسلام کو ایک دلیری کی ضرورت تھی جو کفار کے بیچ میں اللہ کی یکتائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعلان کرے۔ عمرؓ کی فطری دلیری کو ایک شایان شان میدان کی ضرورت تھی‘ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا مقبول ہوئی اور اللہ کی توفیق نے ان دونوں میں رشتہ قائم کردیا۔ عمرؓ اسلام میں آئے تھے تو اپنی شجاعت ودلیری اپنے ساتھ لائے تھے‘ اسلام نے اس کا اعتراف کیا‘ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قدر کی اور اس کو اپنی اصلی جگہ بتائی‘ حضرت عمرؓ نے اس کو ٹھیک جگہ پر صرف کرکے روم وایران کی شہنشاہیوں کو اسلام کے قدموں پر جھکادیا‘ وہ جاہلیت میں شجاع ودلیر تھے‘ اسلام میں بھی شجاع ودلیر تھے اور ایسا ہی ہونا چاہئے۔ ”فخیارھم فی الجاھلیة خیارھم فی الاسلام“ اسی بناپر جب فتنہ ارتداد کے موقع پر انہوں نے مانعین زکوٰۃ سے جہاد کرنے میں احتیاط کا مشورہ دیا تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: ”اجبار فی الجاھلیة وخوار فی الاسلام“ جاہلیت میں اتنے زوردار تھے‘ اسلام میں اتنے کمزور ہو‘ لیکن یہ ایک عارضی صورت تھی‘ وہ فطرت کی نمود نہ تھی‘ تربیت و احتیاط کی نمود تھی‘ بہت جلد عمرؓ اپنی فطرت اصلی پر آگئے اور پھر کسی نے ان میں کمزوری نہ دیکھی‘ حضرت خالدؓ فطری سپہ سالار تھے اور جنگ کے فن میں مجتہدانہ درجہ رکھتے تھے‘ ان کی قائدانہ قابلیت‘ حاضر دماغی اور سوجھ بوجھ ہر جگہ اپنا کام کرتی تھی‘ میدان احد میں ان کی موقع شناسی اور ذہانت نے میدان جنگ کا نقشہ بدل دیا‘ وہ اسلام میں آئے تو اپنی جنگی قابلیتوں‘ فطری مناسبتوں اور میدانی تجربوں کو لے کر آئے‘ اسلام نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا‘ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ”سیف اللہ“ کا خطاب دے کر ان کے اس کمال کا رتبہ بلند کیا اور اسلام نے قریش کے مقامی قائد کو دنیا کی سب سے بڑی فاتح سپاہ کا قائد اور یرموک کا فاتح بنادیا‘ عکرمہؓ بن ابی جہل کو عربی نخوت خون میں اور ضد وانکار نامور باپ کی میراث میں ملا تھا‘ پہلے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے مقابلہ میں صرف ہوتا تھا‘ جب زندگی کا رخ بدلا تو اس کا میدان بھی بدل گیا۔ یرموک کے میدان میں جب بڑے بڑے غیروں کے پاؤں اکھڑنے لگے اور دشمن کا ریلا آیا تو انہوں نے للکار کر کہا کہ عقل کے دشمنو! میں تو وہ ہوں جو اس وقت تک رسول کے مقابلہ میں پیچھے نہیں ہٹا‘ جب تک حق سمجھ میں نہیں آیا‘ کیا اب اسلام کے بعد تمہارے مقابلہ سے منہ موڑوں گا؟ یہ کہہ کر آگے بڑھے اور جان دے دی‘ جاہلیت کا اڑ جانے والا اور پہاڑ کی طرح جم جانے والا انسان نئے حریف کے مقابلہ میں بھی پہاڑ کی طرح جما رہا‘ سلمانؓ فارسی‘ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہما تعلیم یافتہ قوموں کے افراد تھے جو علمی وکتابی باتوں اور اصطلاحات سے آشنا تھے‘ جب اسلام میں آئے تو اسی علمی مناسبت کے ساتھ آئے اور دین کے بہت سے علمی حصوں کے سمجھنے میں ان کو دوسروں سے زیادہ آسانی ہوئی‘ یہ ہزاروں مثالوں میں سے فطری صلاحیتوں کے تسلسل دتاثیر کی چند مثالیں ہیں۔

بعثت کے وقت ایران وروم‘ مصر وہندوستان اپنے خاص ذہنی ونسلی امتیازات رکھتے تھے‘ کفر وشرک کے یہ معنی نہیں کہ یہ شاداب ومردم خیز ملک ہر صلاحیت سے محروم اور ہر کمالات سے تہی دامن تھے‘ ایران نظم و نسق کی قابلیت اور تجربہ میں امتیاز رکھتا تھا‘ فنون لطیفہ کی ترقی نے اس میں ایک نزاکت اور لطافت پیدا کردی تھی‘ ایرانی عالموں اور مصنفوں اور نوشیروان عادل کی علمی سرپرستی اور تراجم نے اس میں علمی مذاق پیدا کردیا تھا‘ ساسانیوں کی طویل سلطنت نے اس کو تنظیم‘ زمینوں کے بندوبست اور مالیات کا تجربہ بخشا تھا‘ بازنطینی جو یونان وروم دونوں کے علمی وتہذیبی و سیاسی ترکہ کے وارث تھے‘ علمی انداز فکر‘ ترتیب و ذہن اور عسکری زندگی میں ممتاز تھے‘ مصری کاشتکاری اور تجارت کا وسیع تجربہ رکھتے تھے اور ان میں مذہبی

شغف اور اس کے لئے قربانی کا ایسا جذبہ تھا کہ انہوں نے روی سلطنت کے بوظیشی مذہب اور اس کے جبر و استبداد کا برسوں مقابلہ کیا تھا۔

ہندوستانی اپنی حسابی قابلیت‘ مالی انتظام اور وفاداری میں ممتاز تھے‘ مسلمانوں نے ان سب ملکوں کے انسانی خزانوں سے پوری فراخ دلی سے فائدہ اٹھایا اور ان کے امتیازات و کمالات کو اسلام کے راستہ سے اپنے کام میں لگایا‘ ایرانی و رومی نومسلموں نے یا نومسلم خاندانوں کے فرزندوں نے اپنی ذہانت سے علم کی ترقی اور فقہ کی تدوین میں حصہ لیا‘ سلطنت میں دفتری نظم و نسق قائم کرنے اور مالیات کے شعبوں کے بندوبست میں مدد دی اور تجربہ کار منتظم فراہم کئے‘ مصریوں نے زمینوں کی کاشت کی اور تجارت و صنعت کو فروغ دیا۔

ہندوستان نے بصرہ و بغداد کو امانتدار اور تجربہ کار محاسب‘ خازن اور خیب دیئے‘ تیسری صدیوں کے نصف میں جاحظ نے لکھا ہے کہ عراق کے بڑے بڑے شہروں میں بڑے تاجروں اور دولت مندوں کے منشی اور خیب عموماً سندھی ہیں‘ اس طرح ان قوموں کی قابلیتیں اور تجربے اسلام کی طرف منتقل ہو کر اسلام کی قوت اور مسلمانوں کی اعانت کا سبب بنے‘ اگر عرب اپنی قوم میں ان فنون کو پیدا کرنے کے درپے ہوتے اور اس کا انتظار کرتے اور اسلام ان کے لئے ایسے تیار شدہ آدمی فراہم نہ کر دیتا تو اس میں بڑا وقت لگتا اور پھر بھی اس میں شبہ ہے کہ ان کو ایسے کامل الفن اتنی جلدی ہاتھ لگتے۔

اسلام کا پیغام ایک ابدی پیغام ہے جو کسی نسل و قوم کے ساتھ مخصوص نہیں‘ قومیں اور نسلیں اس کے لئے لباس کی حیثیت رکھتی ہیں‘ جب ایک لباس بوسیدہ اور ناکارہ ہو جاتا ہے تو وہ ایک نیا ملبوس زیب بدن کر لیتا ہے۔ دنیا کی کوئی قوم کوئی نسل اور کوئی خاندان ایسا نہیں جس میں نمو اور شادابی ہمیشہ رہے اور جس کی زندگی و توانائی یکساں طور پر قائم رہے‘ قوموں اور نسلوں کی بھی ایک عمر طبعی ہوتی ہے‘ ان کی جوانی اور بڑھاپا ہے‘ اشخاص کی طرح قوموں اور سلطنتوں کا بڑھاپا دور نہیں ہوتا لیکن بعض نامعلوم اسباب کی بنا پر کسی قوم اور نسل میں اضمحلال اور تکان کے آثار وقت سے پہلے نمودار ہو جاتے ہیں‘ اس کی زندگی کے سوتے خشک ہو جاتے ہیں‘ نئے خون کی تولید بند ہو جاتی ہے اور اس کی ہر چیز سے بوسیدگی اور کمزوری ٹپکتی ہے‘ حالات کے مقابلہ کی قوت‘ حق کے راستہ میں جہاد و قربانی کی ہمت‘ باہمی اتحاد و الفت اور دشمن کے خلاف جوش و حمیت اور اس کی طبعی عداوت و نفرت جو زندگی کی علامتیں ہیں‘ مفقود ہو جاتی ہیں‘ اس وقت وہ کسی ایسے کام اور پیغام کے لائق نہیں رہتی جو ہمت اور عزیمت اور قلبی‘ روحانی اور ذہنی قوت کا طالب ہے۔ اسلام کو ابتدائی زمانہ سے جب بھی ایسی صورت حال سے سابقہ پڑا اور اسلام کے علمبرداروں میں جب ناکارگی اور میدان سے فرار کی علامتیں ظاہر ہونے لگیں‘ فوراً اللہ تعالیٰ نے اس کی خدمت کے لئے ایک تازہ دم جوان ہمت قوم کو آمادہ کر دیا‘ جس نے اس کا گرتا ہوا علم سنبھال لیا۔ اس قوم یا جماعت میں ایمانی زندگی کی سب علامتیں پائی جاتی تھیں:

”اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے
اور وہ اللہ سے‘ اہل ایمان کے حق میں نرم‘
کافروں پر سخت ہیں‘ اللہ کے راستہ میں جہاد
کرتے ہیں اور کسی ملامت کرنے والے کی
ملامت کی پرواہ نہیں کرتے۔“

یہ درحقیقت لباس کی تبدیلی تھی‘ عالمگیر اور زندہ جاوید اسلام اس کے لئے مجبور نہیں ہے کہ وہ ایک بوسیدہ اور ناکارہ لباس ہی میں ملبوس رہے اور چیتھڑے ہی بدن پر لگائے رہے:

”اللہ تعالیٰ اس کتاب (قرآن)
کے ذریعہ بہت سے لوگوں کو رفعت دیتا
ہے اور (جو اس کو چھوڑ دیں انہیں)
گرا دیتا ہے۔“(مسلم)

جب اسلام کے ابتدائی حاملین عربوں میں ضعف و اضمحلال پیدا ہوا‘ اسلام سے بے تعلقی اور جہاد و سرفروشی میں انحطاط اور دنیا میں انہماک ظاہر ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی خدمت اور اسلام کا علم جہاد بلند کرنے کے لئے عجمی نسلوں کے افراد اور جدید الاسلام خاندانوں کے فرزندوں کو تیار کر دیا‘ جو اسلامی حمیت‘ جذبہ جہاد‘ شوق شہادت‘ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے عشق میں صحیح النسب سادات و شیوخ سے بڑھے ہوئے تھے‘ جب یورپ میں صلیبی حملہ آوروں کی یلغار ہوئی اور فلسطین و شام اور عربی ممالک بالعموم خطرے میں پڑ گئے‘ گستاخ اور شوخ نگاہیں حرم نبویؐ کی طرف بھی اٹھیں اور بے باک اور ناپاک زبانوں نے گستاخانہ کلمات نکالے تو اسلام کی عزت بچانے اور ناموس رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حفاظت کے لئے جو جواں مرد میدان میں آئے ان میں سے ایک زنگی تھا اور ایک کرد (روحی فداہما)۔ سلطان نورالدین شہیدؒ اور سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے نہ صرف اسلام کی عزت بچائی بلکہ یورپ پر اسلام کی دھاک بٹھا دی‘ گستاخ لوگوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کرتے ہوئے سلطان نے ایمان و عشق میں ڈوبے ہوئے جو کلمات کہے: ”آج میں اپنے ہاتھوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقام لیتا ہوں“ وہ ایک بڑے سے بڑے ہاشمی‘ صدیقی‘ فاروقی کے لئے بھی طرۂ افتخار اور وسیلۂ نجات ہیں۔ آج کون ہاشمی ہے جو

اس پر سو جان سے قربان نہ ہو؟ جس نے بارگاہ رسالت کی شان میں بے ادبی کرنے والے کو عشق و محبت میں مخمور ہو کر بھرپور ہاتھ سے قتل کیا‘ کون ہے جو اپنے ایمان کو اس کرد کے ایمان کے ساتھ تلوانے کے لئے تیار ہو؟ جس کے بزرگ چند ہی پشت اوپر کردستان کی جہالت وظلمت میں گم ہو جاتے ہیں اور پھر ان کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔ پھر جب عباسیوں کو اپنے عیش وعشرت سے فرصت نہ ہوئی تو اسلام کی شوکت وعظمت کی حفاظت کے لئے سلجوقیوں کو تیار کردیا گیا‘ جنہوں نے ایک صدی کے قریب یورپ میں علم جہاد بلند رکھا اور نظامیہ بغداد اور مدرسہ نیشاپور کے ذریعہ نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے دریا بہائے پھر جب عباسیوں کے درخت اقبال کو گھن کھا گیا اور تاتاری حملے نے اس کو جڑ سے اکھیڑ دیا تو جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے فرزندوں کا خون بہایا تھا‘ وہ اس کے غلاموں کی صف میں داخل ہو گئے‘ یہ سب اسلام کے سدابہار درخت کی نئی پتیاں اور شگوفے تھے‘ جنہوں نے اس کی سرسبزی قائم رکھی‘ پھر جب مشرق کی تمام پرانی مسلمان قوموں پر عالمگیر اضمحلال طاری ہو گیا اور زندگی کی کوئی چنگاری کہیں باقی نہیں رہی تو اللہ تعالیٰ نے مغرب میں اسلام کا ایک شعلہ جوالہ پیدا کیا‘ جس نے صدیوں یورپ کی مرضی کے بالکل خلاف اسلام کا علم بلند رکھا‘ یہ عثمانی حضرت عثمانؓ کی اولاد میں نہ تھے مگر قرآن کی خدمت و اشاعت اور فتوحات کی وسعت میں ان کو حضرت عثمانؓ سے روحانی نسبت ہے۔

نومسلم قوموں اور نومسلم خاندانوں اور لاکھوں کی تعداد میں ان مسلم افراد کو کہاں تک گنوایا جاسکتا ہے‘ جنہوں نے امت مسلمہ کے جسم میں صالح اور طاقتور خون پہنچایا‘ جنہوں نے اپنی فکری صلاحیت اور نسلی ذکاوت اور قومی شجاعت سے مسلمانوں میں کبھی اجتہاد اور کبھی جہاد کی روح پھونکی‘ اسلامی کتب خانہ میں گرانقدر اضافے کئے‘ فکر ونظر کی نئی نئی راہیں نکالیں‘ قرآن مجید کی تفسیریں لکھیں‘ حدیث کی شرحیں کیں‘ فقہ کے مجموعہ مرتب کئے‘ یہ نیشاپوری اور ابوالسعود ترکی کون ہیں؟ جن کی تفسیریں حلقہ درس کی زینت ہیں؟ یہ بیضاوی کے محشی شیخ زادہ اور سیالکوٹی کون ہیں؟ یہ حدیث کے خادموں میں زیلعی ابن الترکمانی کس نسل سے تعلق رکھتے ہیں؟ فقہ کا طالب علم مرغینانی صاحب ہدایہ اور تاتارخانی صاحب فتاویٰ کو کیسے بھول سکتا ہے؟ یہ سب کیا تھا؟ اسلام کی علمی و دینی فتوحات اور امت مسلمہ کے جسم میں نئے اور تازہ خون کی تولید۔

آخر دور تک اسلام کی فتح وتسخیر کا کام جاری رہا اور اس خزانے میں نئے نئے سکوں کی آمد ہوتی رہی‘ ہندوستان میں جہاں اسلام کی تبلیغ اور تاثیر عرصہ دراز سے بہت کمزور ہے‘ اسلام خود ہی بہت سے جیتے جاگتے اشخاص‘ روشن دماغ اور گرم دل بلند نظر افراد کو کھینچتا رہا‘ اور اپنی محبت سے گھائل کرتا رہا‘ جن کی نظیر افسردہ‘ پژمردہ‘ کم نگاہ و بے یقین مسلمانوں میں نہیں ملتی‘ انہوں نے مسلمانوں میں زندگی کی نئی روح پھونک دی‘ ان میں اسلام کی صداقت پر تازہ یقین پیدا کردیا‘ دماغوں کو اپنے علم سے روشن اور دلوں کو اپنے عشق کی حرارت سے گرما دیا‘ دور کیوں جایئے؟ کتنے خاندانی مسلمان اس عشق کا دعویٰ کرسکتے ہیں جو عشق اقبال کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے‘ یہی عشق وتعلق ہے جو اس زبان سے یہ شعر نکلواتا ہے:

تو اگر بینی حسابم ناگزیر
از نگاہ مصطفی پنہاں بگیر

اور یہ شعر اس کی زبان پر آتے ہیں:

در دل مسلم مقام مصطفی است
آبروئے ما ز نام مصطفی است
خاک یثرب از دو عالم خوشتر است
اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است

وہ کبھی وجد میں آ کر کہنے لگتا ہے:

عجب کیا گر مہ و پرویں مرے نخچیر بن جائیں
کہ بر فتراک صاحب دولتے بستم سر خود را
وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبار راہ کو بخشا فروغ وادیٔ سینا
نگاہ عشق ومستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسین وہی طٰہٰ

اسی تعلق نے اس کو دانش فرنگ سے مسحور ہونے سے بچایا:

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوہ دانش فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاک مدینہ ونجف

دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ آخر زمانہ میں یہ حال ہو گیا تھا کہ مدینہ کا کسی نے نام لیا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے‘ کتنے قریشی وہاشمی اس برہمن زادہ کے ذات نبوی سے عشق وتعلق میں ہمسری کا دعویٰ کرسکتے ہیں؟

پھر اسلام کی صداقت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت پر ایسا غیر متزلزل یقین ہے کہ بجا طور پر ایک فلسفہ زادہ‘ سید زادہ کو خطاب کر کے کہتا ہے:

میں اصل کا خاص سومناتی
آبا مرے لاتی و مناتی
تو سید ہاشمی کی اولاد
میری کف خاک برہمن زاد
ہے فلسفہ میرے آب وگل میں
پوشیدہ ہے ریشہ ہائے دل میں
اقبال اگرچہ بے ہنر ہے

اس کی رگ رگ سے باخبر ہے

دین مسلک زندگی کی تقویم
دین سر محمد و ابراہیم
دل در سخن محمدی بند
اے پور علی زبو علی چند
چوں دیدۂ راہ بیں نہ داری
قائد قرشی بہ از بخاری

کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ پیر خاندان کے ایک کشمیری برہمن زادہ کا کلام ہے؟ اور کیا آج سادات وشیوخ کے نجیب الطرفین خاندانوں میں جن کے پاس اپنے خاندانی شجرے ہیں' یہ یقین اور ایمان پایا جاتا ہے؟

پھر اسلام کی حمیت وغیرت میں' روح اسلام کی ترجمانی میں' وقت کے فتنوں اور جاہلیت فرنگ کی تشخیص اور قومیت و وطنیت سے نفرت اور تردید میں کتنے اصحاب علم وصلاح اس کا مقابلہ کر سکتے ہیں؟ ادھر پچھلے برسوں میں چند کتابیں بیگم اسلامی فکر اور مرغوب طرز تحریر استدلال کا نمونہ پیش کرتی ہیں اور اسلام کی کامیاب ترجمانی کا فرض انجام دیتی ہیں۔ یہ سب اسلام کی تازہ علمی وذہنی واخلاقی فتوحات ہیں جو ہم کو مستقبل کی طرف سے ناامید ہونے سے باز رکھتی ہیں۔

لیکن عام طور پر مسلمانوں نے فتح وتسخیر کے ان میدانوں کی طرف سے آنکھیں بند کر لیں ہیں' جہاں سے ان کو ہمیشہ زندگی کا ابلتا اور جوش مارتا ہوا خون' تازہ دم دماغ' دردمند وپرسوز دل اور متحرک اور برق وش جسم ملتے رہے' مسلمان روز بروز میدانوں سے مایوس ہوتے جارہے ہیں اور قدیم میدانوں کے سوا کسی طرف توجہ نہیں کرتے ہیں' اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام کا راس المال اور اصل پونجی یہی ہے کہ اس کو کسی حال میں تلف نہیں ہونے دینا چاہئے لیکن ہر شخص جانتا ہے جس سرمایہ میں اضافہ اور جس پونجی میں نئی آمدنہ ہو وہ ایک دن ختم ہو جائے گی۔ ہمیں اس سرمایہ میں اضافہ اور نئی آمدنی کے اسباب ووسائل پر غور ضرور کرتے رہنا چاہئے' پرانے خاندانوں اور نسلوں میں افسردگی اور بوسیدگی اور اسلام کی دوبارہ ترقی اور عروج سے ناامیدی بڑھتی جارہی ہے' اعصاب ٹھٹھرے جارہے ہیں' اعضاء مضمحل ہو رہے ہیں' قلب روز بروز ضعیف اور دماغ مفلوج ہو رہا ہے' کوئی دینی پیغام' کوئی دینی تحریک' کوئی درد واخلاص' کوئی علم وحکمت' کوئی شاعری وخطابت اس گروہ میں زندگی نہیں پیدا کر رہی ہیں' جو چیزیں قوموں میں جنون کی لہر اور موت کا عشق پیدا کر دیتی ہیں وہ ان مسلمانوں کو چونکانے سے بھی قاصر ہیں۔ بہت بڑی تعداد ایسی ہے جن کو دین سے اور دین کی راہوں سے' دین کی اصطلاحوں سے' دین کے انعامات سے' دین کی ترغیبات سے کوئی مناسبت اور اس میں ان کے لئے کوئی کشش نہیں رہی' آخرت خارج از بحث چیز ہے' جنت ودوزخ بے معنی الفاظ ہیں' اس پر دنیا طلبی' زر طلبی اور زمانہ سازی کا طلسم قائم ہے: "انک لاتسمع الموتی ولاتسمع الصم الدعاء" ان کا حال ہے' بہت سے لوگوں کی علمی صلاحیت محدود ہے' فطری طور پر اور نسلی اثرات صدیوں کے جمود و بے عملی کی وجہ سے ان کے قویٰ میں اضمحلال اور طبیعت میں حد درجہ افسردگی اور برودت ہے' وہ زندگی کی کشمکش میں حصہ نہیں لے سکتے اور اسلام کے لئے قربانی اور جدوجہد سے قاصر ہیں۔ ایسی حالت میں اگر اسلام کی قسمت ان ست عناصر اقوام وافراد کے ساتھ وابستہ کر دی جائے اور ساری کوشش انہیں پر منحصر کر دی جائے تو یہ مستقبل کے لئے بڑا خطرہ ہے۔

ضرورت ہے کہ ان قدیم الاسلام اقوام اور خاندانوں کے دین کی پوری حفاظت اور اس کے لئے انتہائی جدوجہد کے ساتھ نئے نئے میدانوں کی طرف بھی رخ کیا جائے اور اسلام کی دعوت کو وہاں تک پہنچایا جائے' جس دین نے ناامیدی اور مایوسی کی حالت میں تاتاریوں اور عثمانی ترکوں کو اسلام کا علمبردار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وفادار بنایا اور جو ہمیشہ دنیا کے صنم خانوں سے کعبہ کے لئے پاسبان مہیا کرتا ہو' کیا اب اپنے حریفوں میں سے حلیف اور دین فطرت کا حلقہ بگوش نہیں بنا سکتا؟ ہم جب تک اس کی منظم اور پرجوش کوشش نہ کر لیں' ہم کو مایوس ہونے اور اس کے خلاف رائے قائم کرنے کا کوئی حق نہیں۔

اسلام کو اس وقت نئے خون' نئی امنگوں' نئے ولولے اور نئے جوش عمل اور جذبہ قربانی کی ضرورت ہے' یہ نیا خون' نیا جوش اور قربانی بہت سی جگہ موجود ہے' لیکن پست مقاصد اور غلط میدانوں میں صرف ہو رہا ہے' جو چیز اسلام کے کام نہیں آرہی ہے' وہ صرف ضائع نہیں ہو رہی ہے بلکہ دنیا کی تباہی کا باعث ہو رہی ہے' اسلام کی دعوت ابھی ان گوشوں میں نہیں پہنچی' ہمارا فرض ہے کہ ہم اسلام کو ان قوموں اور طبقوں تک پہنچا کر اسلام کی طاقت اور ایمان کی کیفیات کا تماشہ دیکھیں جو ہمیں دنیا کی تاریخ میں نومسلموں کی زندگی میں وقتاً فوقتاً نظر آتی ہیں' ہمیں ان نومسلموں کی زندگی میں اسلام کی صداقت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت وامامت عالم پر اس درجہ کا یقین' ذات نبویؐ کے ساتھ وہ عشق وشیفتگی اور اسلام کی برتری کے لئے ایسی جدوجہد اور سرفروشی دیکھنے میں آئے گی' جس کے سامنے ہم پشتینی مسلمانوں کو شرم آئے گی اور جس کی نظیر صدیوں سے دیکھنے میں نہیں آئی ہوگی۔

☆☆..................☆☆

صبر احادیث کی روشنی میں

صبر کی فضیلت:

حضرت ابو مالکؓ بن عاصم الاشعری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''طہارت نصف ایمان ہے اور ''الحمدللہ'' ترازو کو بھر دیتا ہے اور ''سبحان اللہ والحمدللہ'' بھر دیتے ہیں جو کچھ آسمان و زمین کے درمیان ہے اور نماز نور ہے' صدقہ دلیل ہے' صبر روشنی ہے اور قرآن حجت ہے تمہارے حق میں یا تمہارے خلاف۔ ہر شخص ہر روز اپنے نفس کا سودا کرتا ہے' یا تو اس کو آزاد کر لیتا ہے یا اس کو ہلاک کر دیتا ہے۔'' (مسلم)

صبر و شکر:

صہیب بن سنان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مومن کا معاملہ بھی خوب ہے' یہ مومن ہی کی خصوصیت ہے کہ جب اس کو خوشی پہنچتی ہے تو شکر کرتا ہے' پس اس کے لئے بہتر ہوتا ہے اور جب مصیبت پہنچتی ہے تو صبر کرتا ہے' تو یہ اس کے لئے بہتر ہوتا ہے۔'' (مسلم)

مرض وفات کی بے چینی اور صبر:

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے اور آپ کو بے چینی ہوئی تو حضرت فاطمہؓ نے کہا: میرے والد کیسے بے چین ہیں' آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے بعد تمہارے والد کبھی بے چین نہ ہوں گے' جب آپ ﷺ کی وفات ہوگئی تو حضرت فاطمہؓ نے کہا: اے باپ! آپ نے اپنے رب کی دعوت قبول کر لی' اے باپ! جنت الفردوس آپ کا ٹھکانہ ہے' اے باپ! ہم جبریل کو آپ کی وفات کی خبر دیں گے۔ جب آپ دفن کئے گئے تو حضرت فاطمہؓ نے لوگوں سے کہا: تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈالنا کیسے اچھا لگا۔ (بخاری)

امۃ اللہ تسنیم

اولاد کے صدمہ پر صبر:

حضرت اسامہؓ بن زید بن حارثہ خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے محبوب اور محبوب کے بیٹے سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی نے آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ میرا بیٹا قریب المرگ ہے' آپ تشریف لے آیئے' آپ نے سلام کہلا بھیجا اور فرمایا: اللہ ہی کے لئے ہے جو اس نے لیا اور جو اس نے دیا اور ہر چیز کا اس کے پاس ایک وقت مقرر ہے' صبر کرو اور اجر طلب کرو' انہوں نے درخواست کی کہ آپ ضرور تشریف لائیں' یہ سن کر آپ کھڑے ہوگئے اور آپ کے ساتھ سعدؓ بن عبادہ' معاذؓ بن جبل اور ابی بن کعبؓ زید بن ثابتؓ اور بہت سے لوگ تھے۔ آپ کو بچہ اٹھا کر دیا گیا' آپ نے گود میں لیا اور اس وقت وہ دم توڑ رہا تھا' آپ کے آنسو نکل آئے' حضرت سعدؓ نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیا؟ فرمایا: یہ رحمت ہے' اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے بندوں کے دلوں میں رکھا۔ (بخاری و مسلم)

حق پر صبر و استقامت کی مثال:

حضرت صہیبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگلی قوم میں ایک جادوگر تھا' جب وہ بوڑھا ہوا تو بادشاہ سے کہلا بھیجا کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں' ایک لڑکے کو بھیج دیجئے تاکہ میں (اسے) جادو سکھا دوں' بادشاہ نے اس کے پاس ایک لڑکے کو بھیج دیا' وہ ہر روز ساحر کے پاس جانے لگا' راستہ میں ایک راہب کا مکان پڑتا تھا' لڑکا اس کے پاس بھی آنے جانے لگا' کچھ دیر اس کے پاس بیٹھتا اور اس کی باتیں سنتا اس کا معمول بن گیا' اس کو ایک دن تاخیر پر اس ساحر نے مارا' اس نے راہب سے شکایت کی' راہب بولا: جب تجھے ساحر سے ڈر ہو تو کہہ دے کہ مجھے میرے گھر والوں نے روک لیا تھا' جب گھر والوں سے ڈرنا تو کہنا کہ مجھے ساحر نے ٹھہرا لیا تھا' اس نے یہی کیا اور وہ برابر اسی حالت سے آتا جاتا رہا' ایک دن راستہ میں ایک بڑا جانور آ گیا' جس سے لوگوں کی آمد و رفت بند ہو گئی' لڑکے نے کہا: آج کے دن

میں جانوں گا کہ ساحر افضل ہے یا راہب؟ ایک پتھر اٹھا کر کہنے لگا: اے اللہ! اگر راہب کا کام ساحر کے کام سے اچھا ہے تو اس کو قتل کر تا کہ لوگ امن کے ساتھ گزر جائیں' یہ کہہ کر پتھر پھینکا اور اس کو قتل کر دیا۔ راستہ صاف ہو گیا تو لوگ امن کے ساتھ گزر گئے' یہ راہب کے پاس آیا اور اس کو اس قصہ کی خبر دی' راہب بول اٹھا: میرے بیٹے! تو مجھ سے بھی افضل ہے' تیرا معاملہ اب حد کو پہنچ گیا' میرا خیال ہے کہ عنقریب تو آزمایا جائے گا' پس اگر آزمائش میں مبتلا کیا گیا تو میرا پتہ نہ دینا۔

پس خدا نے اس لڑکے کے ہاتھ میں ایسی شفا دی تھی کہ وہ مادر زاد اندھے کا' کوڑھی کا اور تمام امراض کا علاج کرتا تھا اور لوگ شفا پاتے تھے۔ شدہ شدہ یہ خبر مشہور ہوگئی' اس کو بادشاہ کے ایک ہم نشین نے بھی سنا' جو اندھا تھا' وہ بہت سے تحائف لے کر اس کے پاس پہنچا اور کہنے لگا کہ اگر تو میری آنکھیں اچھی کر دے تو یہ سب تیرے لئے ہے' لڑکے نے کہا کہ میں کسی کو شفا نہیں دیتا' شفا دینے والا تو اللہ ہے' اگر تو اللہ پر ایمان لے آئے تو میں اللہ سے تیرے لئے شفا کی دعا کروں گا' وہ ایمان لے آیا تو اللہ نے اس کی بصارت لوٹا دی' وہ بادشاہ کے پاس آیا اور حسب معمول بیٹھ گیا' بادشاہ نے کہا: تیری آنکھ کس نے اچھی کی؟ اس نے کہا: میرے پروردگار نے! بادشاہ نے کہا: میرے سوا بھی تیرا کوئی خدا ہے؟ وہ بولا: میرا اور تیرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے۔ بادشاہ نے اس کو سخت عذاب میں مبتلا کیا' یہاں تک کہ اس نے لڑکے کا پتہ بتا دیا۔

بادشاہ نے لڑکے کو بلایا' اور کہا: تیرا سحر اس حد کو پہنچ گیا کہ تو مادرزاد (اندھے) کو بھی' مبروص کو اچھا کر دیتا ہے' کہا: میں کسی کو اچھا نہیں کرتا' شفا دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہے' بادشاہ نے اس پر بھی سختی کی' اس نے راہب کا پتہ بتا دیا' بادشاہ نے اسے بلایا اور کہا: اپنے دین سے پلٹ۔ راہب نے انکار کر دیا' بادشاہ نے آرہ منگوایا' اس کو راہب کے سر کی مانگ میں رکھ کر سر کے دو ٹکڑے کر دیئے' پھر اپنے ہم نشین سے کہا: اپنے دین سے پلٹ' اس نے بھی انکار کیا' اس کے بھی سر کے دو ٹکڑے کر دیئے' پھر لڑکے سے کہا: اپنے دین سے پلٹ' اس نے بھی انکار کر دیا' تو بادشاہ نے اپنے خدام کو بلایا اور کہا کہ اس کو فلاں پہاڑ پر لے جاؤ اور جب پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ جاؤ تو اس کے دین کے بارے میں کہنا' اگر یہ اپنے دین سے پلٹ جائے تو خیر ورنہ اس کو گرا دینا' وہ اس کو لے گئے اور پہاڑ کی چوٹی پر چڑھایا' لڑکے نے کہا: اے اللہ تعالیٰ! تو جس طرح چاہے ان سے نمٹ لے' یہ کہتے ہی پہاڑ کانپا اور وہ سب گر پڑے' لڑکا بادشاہ کے پاس آیا' بادشاہ نے کہا: تیرے ساتھی کیا ہوئے؟ کہا: اللہ نے ان سے بچا لیا اور وہ میرا کچھ نہ کر سکے' بادشاہ نے اس کو دوسرے کے حوالے کر دیا' اور کہا: اس کو کشتی میں لے جاؤ' اور جب بیچ دریا میں پہنچو تو اس سے دین کے متعلق کہو' اگر یہ اپنے دین سے پلٹ جائے تو خیر' ورنہ دریا میں چھوڑ دینا' لوگ لے گئے اور جب وسط دریا میں پہنچ گئے تو لڑکے نے کہا: اے اللہ! جس طرح چاہے ان کی بلا مجھ سے ٹال' کشتی ڈگمگائی اور وہ سب ڈوب گئے' لڑکا بادشاہ کے پاس آیا' بادشاہ نے کہا: تیرے ساتھی کہاں ہیں؟ لڑکے نے کہا: خدا نے میری مدد فرمائی اور ان کو رفع کیا۔

پھر لڑکے نے کہا: تو مجھ کو نہیں مار سکتا جب تک کہ میرے کہنے پر عمل نہ کرے' بادشاہ نے کہا: وہ کیسے؟ لوگوں کو ایک میدان میں جمع کرو اور مجھ کو ایک کھجور کے پیڑ میں سولی دو اور ایک تیر اپنے ترکش سے لے کر اس کو کمان کی وسط میں رکھو' اور کہو: میں لڑکے کے رب کے نام سے شروع کرتا ہوں تو اس صورت میں تم مجھ کو مار سکو گے۔ بادشاہ نے لوگوں کو ایک میدان میں جمع کیا اور اس کو کھجور کے پیڑ پر سولی دی' پھر ایک تیر اپنے ترکش سے نکال کر اس کو کمان کی وسط میں رکھا اور کہا: میں لڑکے کے رب کے نام سے شروع کرتا ہوں' پھر اس کو مارا' تیر اس کی کنپٹی پر لگا' اس نے اپنی کنپٹی پر ہاتھ رکھا اور وہ مر گیا۔ پس لوگ بول اٹھے: ہم لڑکے کے رب پر ایمان لائے۔

بادشاہ آیا تو لوگوں نے کہا: لیجئے جس کا آپ کو ڈر تھا وہی سامنے آیا' لوگ ایمان لے آئے۔ بادشاہ نے کہا: سڑک کے کنارے ایک کھائی کھودی جائے اور اس میں آگ بھڑکائی جائے' پھر جو اپنے دین سے نہ پلٹے اس سے کہا جائے کہ اس میں کود' یہی کیا گیا۔ ایک عورت آئی اور اس کے ساتھ اس کا بچہ تھا' عورت اس میں کودنے سے ہچکچائی' بچے نے کہا: اے ماں صبر کر' بے شک تو حق پر ہے۔ (مسلم)

☆☆.........☆☆

قارئین اور جماعتی احباب متوجہ ہوں

قارئین اور دیگر جماعتی احباب سے اپیل ہے کہ قادیانیوں کی شر انگیز سرگرمیوں اور ان کی ارتدادی تبلیغ کی اطلاع ملتے ہی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مقامی دفتر کو اس سے آگاہ کریں تا کہ قادیانیوں کی اس فتنہ انگیزی کا بروقت سدباب کیا جا سکے اور مسلمانوں کے ایمان کو بچایا جا سکے۔

عزیز ترین خواہش

بے سروساماں ہوں یارب سوز رکھتا ہوں نہ ساز
کھینچ لے اپنی کشش سے مجھ کو اے ارض حجاز

ہر ایک کو اپنا وطن محبوب ہوتا ہے اور کیوں نہ ہو محبوب؟ وطن میں پیدا ہوا' وہیں بڑھا' اسی کے آب وگل سے اس کے جسم کی پرورش ہوئی:

خاک وطن از ملک سلیماں خوشتر
خار وطن از سنبل و ریحان خوشتر

لیکن ایک مرد مسلمان کے لئے مکہ و مدینہ پر لاکھوں وطن قربان' ان کی عزت پر ہزاروں عزتیں نثار اور کروڑوں جانیں فدا' ان دونوں کی خاک پاک کا ذرہ ذرہ چراغ طور سے کسی طرح کم نہیں:

کوچہ جاناں کا ہر ذرہ چراغ طور ہے

کون ایسی مسلمان آنکھ ہے جو ان کے فراق میں آنسو نہ بہاتی ہو؟ کون ایسا مومن دل ہے' جو ان کے ہجر میں تڑپتا نہ ہو؟ کون ایسا جسم ہے جو بیت اللہ کا پروانہ وار چکر کاٹنا اور مجنونانہ بے تابانہ منیٰ اور عرفات میں لبیک اللھم لبیک کی صدا لگاتے ہوئے پھرنا اور خاک مدینہ کی گود میں سو جانا نہ چاہتا ہو؟ اگر شہیدیؔ نے یہ تمنا کی تو کیا بے جا کی:

تمنا ہے درختوں پر ترے روضہ کے جا بیٹھوں
قفس جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا

کیا یہی تمنا کروڑوں مسلمانوں کے دلوں میں نہیں مچلتی؟ کیا کسی مسلمان کا دل اس حسرت سے خالی ہے؟ کیا مکہ مدینہ کے نام سے آنکھوں میں چمک اور دلوں میں مسرت پیدا نہیں ہوتی؟ کیا ان تیرہ سو برسوں میں کروڑوں کیا ہزار ہا کروڑ مسلمانوں نے اس حسرت میں جان تک نہیں دے دی' سینکڑوں شعراء کے دیوان' ہزاروں اہل قلم کے مضامین' لاکھوں بے زبانوں کی بے زبانی' کروڑوں آنکھوں کے آنسو اور اربوں دلوں کی حسرتیں اس فدائیت و جاں نثاری کا ثبوت نہیں؟

حضرت مولانا محمد ثانی حسنیؒ

کیا وہ بیت اللہ جس کو ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے عشق و محبت سے مخمور ہو کر بنایا تھا اور قبولیت کی دعا کرتے ہوئے بنوایا تھا:

''واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت و اسمٰعیل ط ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔''

(بقرہ:۱۲۷)

اور خود رب البیت جس کے متعلق فرماتا ہے:

''واذ جعلنا البیت مثابة للناس و امناط واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی ط وعھدنا الی ابراھیم واسمٰعیل ان طھرا بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود۔''

(بقرہ:۱۲۵)

اور وہ زمزم جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے شیر خوارگی میں قدم مارنے سے چشمہ کی طرح ابل پڑا اور آج تک ساری دنیا کو سیراب کر رہا ہے' اور وہ مسعیٰ جہاں پانی کی تلاش میں حضرت ہاجرہ علیہا السلام بے تابانہ دوڑ لگاتی تھیں اور آج تک ہر سال لاکھوں حجاج اسی کی نقل میں دوڑتے ہیں اور منیٰ کی وادی جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے جواں سال بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ایک خواب کی وجہ سے ذبح کرنے چلے تھے اور جب ان کو لٹا دیا' اور گلے پر چھری رکھ دی اور اپنی طرف سے نفس کشی اور بے مثال قربانی کے سارے مراحل سے گزر گئے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''قد صدقت الرؤیا۔''

کیا یہ سارے مقامات ایسے نہیں کہ ان میں عشق و مستی سے قربان ہوا جائے اور ان کی خاک چھانی جائے۔

اور وہ مدینہ پاک جس کے ذرے ذرے کو رحمت عالم حضرت سیدنا و مولانا روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک قدموں سے نوازا' وہ مدینہ جس کی فضائیں ابھی تک محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک اثرات کو اپنے بازوؤں میں سمیٹے ہیں' وہ مدینہ پاک جو سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کا امین ہے' جو مہبط وحی ہے' جس کے دامن میں محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اور محبوب کے پرستاروں (رضی اللہ عنہم اجمعین) کی آرام گاہیں ہیں' کیوں نہ اس پر مرنے اور دفن ہونے کو جی چاہے' وہ مدینہ اس قابل ہے کہ اس کی خاک کو آنکھوں کا سرمہ بنایا جائے' جس کے کانٹے سارے جہاں کے پھولوں سے بہتر' جس کا ذرہ ذرہ مہر تاباں' جس کی فضائیں مشک و عنبر سے بسی ہوئیں' ایسے پیارے شہر کی رفعت و بلندی کا کیا کہنا:

خاک یثرب از دو عالم خوشتر است
اے خنک شہرے کہ آں جا دلبر است

اور پھر مسجد نبویؐ اور اس میں جنت کی کیاری جس کے بارے میں خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرے گھر اور میرے منبر کا درمیانی حصہ جنت کی کیاروں میں سے ایک کیاری ہے" اور روضہ نبویؐ جس کی حاضری ہر مومن کی سعادت اور خوش بختی ہے' کون ایسا دل ہے جو ان کی زیارت سے سرور و نور حاصل کرنے کی تمنا نہ کرتا ہو؟ ان کی خوش بختی کا کیا ٹھکانا جو کبھی روضہ نبویؐ کے سامنے حاضر ہوں' سر نیاز جھکا کر اپنی سنائیں' آنسو بہائیں' سلام پڑھیں' درود بھیجیں اور زبان حال سے کہیں:

فدا ہوں آپ کی کس کس ادا پر
ادائیں لاکھ اور بے تاب دل اک

کبھی جنت کی کیاری میں جا کر سربسجود ہوں' کبھی محراب نبویؐ میں پہنچ کر اپنا سر خاک پر رکھیں' کبھی ستون عائشہؓ کو تھامیں' تو کبھی ستون ابولبابہؓ کو پکڑیں' کبھی منبر کے سامنے گریہ و زاری کریں' کبھی روضہ جنت میں خاموش بیٹھ کر حجرۂ نبویؐ کی زیارت کریں' کبھی صحن حرم کے سنگ ریزوں پر بیٹھ کر درود و سلام کے تحفے پیش کریں' غرض کہ کبھی اس در پر' کبھی اس در پر' کبھی صحن پر' کبھی دالان میں عشق و محبت کی تصویر بن کر شب و روز عبادت میں مشغول رہیں' وہ وقت کتنا پرکیف ہوتا ہوگا جب کوئی عین تہجد کے وقت مواجہہ شریف پر سر کو جھکائے آنکھوں میں آنسو لئے' خوف و محبت کے ملے جلے جذبات سے دل کو معمور کئے جائے' تنہائی کا وقت' محبوب کا سامنا' کوئی دائیں بائیں نہیں:

ہم ہی ہم ہوں تیری محفل میں کوئی اور نہ ہو

یہ حسرت کتنی مبارک ہے' یہ تمنا کتنی کھل ہے' یہ خواہش کتنی عزیز ہے' یہ آرزو کتنی بابرکت ہے' ہر دل میں گھر کرنے کے قابل' ہر زباں پر آنے کے لائق' محبت و عشق کا سرمایہ' ایمان و یقین کا محصل' کہنے والے نے کیا کہا' ہر ٹوٹے دل' ہر پرنم آنکھ' ہر زبان کی ترجمانی کی ہے:

تری گلی کی دھول بٹوروں
ترے گھر میں دم بھی توڑوں
جی کا اب ارمان یہی ہے
آنکھوں پہ اب دھیان یہی ہے

☆☆..........☆☆

بقیہ حضرت مصعب بن عمیرؓ

لڑکھڑائے اور غش کھا کر زمین پر گر گئے' اسلام کا جھنڈا ابھی آپ پر ترچھا ہوا گرا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی خون آلود نعش کے قریب آئے' مکہ کے اس خوبصورت لاڈلے جوان کو اللہ کی راہ میں خاک و خون میں لتھڑے پایا تو آپ کا دل بھر آیا اور آنکھیں بھیگ گئیں اور آواز جذبات سے کانپنے لگی اور یہ آیت تلاوت فرمائی:

"مومنین میں سے بعض ایسے بھی ہیں کہ انہوں نے اللہ سے جو عہد کیا اسے سچ کر دکھایا' بعض ان میں سے اپنی مدت پوری کر چکے ہیں اور بعض ابھی انتظار کر رہے ہیں اور اپنے ارادے میں کوئی تغیر و تبدل نہیں کیا۔"

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آبدیدہ ہو کر کہا:

"مصعبؓ! مصعبؓ! (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شہید کی روح کو آواز دیتے ہوئے کہا) مصعبؓ میں نے تم کو مکہ میں دیکھا تھا تو تم جیسا حسین اور خوش پوشاک کوئی نہ تھا' آج دیکھتا ہوں کہ بال بکھیرے ہوئے ہیں اور جسم پر صرف ایک چادر ہے۔"

آہ! وہ چادر جو اتنے عظیم آدمی کا کفن بھی پورا نہ کر سکی' سر ڈھانپتے تھے تو پاؤں کھل جاتے' پاؤں ڈھانپتے تو سر کھل جاتا' آخر پاؤں پر گھاس ڈالی گئی اور اس طرح یہ نوجوان شہید سپرد خاک کر دیا گیا:

نقش توحید کا ہر دل پہ بٹھایا ہم نے
زیر خنجر بھی یہ پیغام سنایا ہم نے

کھانسی، نزلہ، زکام
کسی موسم یا کسی وقت کے پابند نہیں

ہمدرد کی مجرّب دوائیں ان کا علاج بھی ہیں اور ان سے محفوظ رہنے کی مؤثر تدبیر بھی

شُعالین
مُفید جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ شُعالین گلے کی خراش اور کھانسی کا آسان اور مؤثر علاج۔ آپ گھر میں ہوں یا گھر سے باہر، سرد و خشک موسم یا گرد و غبار کے سبب گلے میں خراش محسوس ہو تو فوراً شُعالین لیجیے۔ شُعالین کا باقاعدہ استعمال گلے کی خراش اور کھانسی سے محفوظ رکھتا ہے۔

جوشینا
نزلہ، زکام، فلو اور اُن کی وجہ سے ہونے والے بخار کا آزمودہ علاج۔
جوشینا کا روزانہ استعمال موسم کی تبدیلی اور فضائی آلودگی کے مضر اثرات بھی دُور کرتا ہے۔
جوشینا بند ناک کو فوراً کھول دیتی ہے۔

لعوق سپستاں
نزلے زکام میں سینے پر بلغم جم جانے سے شدید کھانسی کی تکلیف طبیعت نڈھال کر دیتی ہے۔
اس صورت میں صدیوں سے آزمودہ ہمدرد کا لعوق سپستاں، خشک بلغم کے اخراج اور شدید کھانسی سے نجات کا مؤثر ذریعہ ہے۔
ہر موسم میں، ہر عمر کے لیے

صُدوری
مؤثر جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ خوش ذائقہ شربت۔ خشک اور بلغمی کھانسی کا بہترین علاج۔ صدوری سانس کی نالیوں سے بلغم خارج کر کے سینے کی جکڑن سے نجات دلاتی ہے اور پھیپھڑوں کی کارکردگی کو بہتر بناتی ہے۔ بچوں، بڑوں سب کے لیے یکساں مُفید۔
شوگر فری صُدوری بھی دستیاب ہے۔

شُعالین، جوشینا، لعوق سپستاں، صُدوری ــ ہر گھر کے لیے بے حد ضروری

ہمدرد

مدینۃ الحکمہ تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔

ہمدرد کے متعلق مزید معلومات کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کیجیے۔
www.hamdard.com.pk

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ

نازیہ بشر

جوانی میں یہ دنیا بڑی خوبصورت نظر آتی ہے' لیکن کتنی خوبصورت جوانی تھی حضرت مصعبؓ بن عمیرؓ کی جو دنیا پر نہیں بلکہ آخرت پر نثار ہوئی۔

حضرت مصعبؓ بن عمیر ان حق کیش افراد میں سے تھے' جنہوں نے داعی حق کی دعوت کو سنا اور سنتے ہی اس سچی دعوت پر دل و جان سے ایمان لے آئے۔ حضرت مصعبؓ کی جوانی حسن صورت و نفاست پسندی کا حسین امتزاج تھی۔ پورے عرب میں وہ سب سے زیادہ خوش پوشاک تھے۔ ان کے جسم پر اطلس و حریر کے بیش قیمت پارچہ جات ہوتے تھے' عمدہ سے عمدہ خوشبویات استعمال کرتے تھے' جس گلی سے گزر جاتے وہ گلی مہک جاتی' بھلا کون بھی یہ سوچ سکتا تھا کہ اس نوجوان کی دنیا میں ایسا انقلاب آئے گا' جب عیش و آرام کے بجائے دکھ درد اسے پیارے ہوں گے' نفیس و معطر کپڑوں کو چھوڑ کر چیتھڑے لگانے میں اسے لطف آئے گا' زندگی اور دنیا کی تمام لذتوں پر جھومنے کے بجائے وہ سچائی اور آخرت پر مرجانے کی آرزو کرے گا۔ شروع شروع میں انہوں نے اپنا اسلام قبول کر لینا گھر والوں سے پوشیدہ رکھا لیکن ایک دن آپ کے چچا زاد بھائی عثمانؓ بن طلحہ نے آپ کی والدہ کو بتا دیا کہ مصعبؓ نے اسلام قبول کر لیا ہے۔

''یہ تم نے کیا کیا ہے؟'' ان کی ماں نے وحشت بھری آنکھوں سے ان کو اس طرح دیکھا جیسے وہ دنیا کا سب سے بڑا جرم کرتے ہوئے رنگے ہاتھوں پکڑ لئے گئے ہوں۔

''ہاں..... ہاں! میں اس خدا کو سجدہ کر چکا ہوں جو واقعی خدا ہے۔'' انہوں نے جرأت اور غیرت ایمانی کے ساتھ کہا۔

''چپ ہو جا!'' ان کی ماں کو باطل پرستی کی آگ نے نفرت کا شعلہ جوالہ بنا دیا۔ ماں اور بیٹے کے درمیان حق اور باطل کی وہ لرزہ خیز لڑائی ٹھن گئی' جو خونی رشتوں کی شہ رگیں تک کاٹ ڈالتی ہے۔ انہیں محبت اور سختی کی آنچ سے پگھلانے کے جتن کئے گئے مگر وہ ایک چٹان ثابت ہوئے' ان کو لذتوں اور راحتوں کے عوض خرید لینے کے جال ڈالے گئے مگر وہ اس کوشش پر نفرت سے مسکرائے اور درد کے ساتھ دنیا کے حال پر روئے۔ ان کو افلاس و بے چارگی سے ڈرایا گیا مگر انہوں نے آخرت کی بھیانک رسوائی اور ہلاکت کے خوف سے دنیا کے ہر خوف و حزن کو پیں ڈالا' وہ ساری دنیا سے دامن جھاڑ کر اٹھے' ماں کو چھوڑ دیا' گھر چھوڑ دیا' عیش و عشرت کو چھوڑ دیا' وطن چھوڑ دیا' ایک خدا کے لئے ساری دنیا کو چھوڑ دیا لیکن دین حق سے منہ موڑنا گوارا نہ کیا۔

وہ اٹھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے مسلمانوں کے اس قافلے کے ساتھ ہو لئے جو مکہ چھوڑ کر حبشہ جا رہا تھا' اس طرح راہ حق میں سب سے پہلے غریب الوطنی اختیار کرنے والوں میں حضرت مصعبؓ بن عمیر بھی شامل ہو گئے۔ ہجرت کے وقت ان کے ہاتھ پاؤں پر محض ان زنجیروں کی خراشیں تھیں جن میں ان کی غضب ناک ماں نے ان کو جکڑ رکھا تھا۔

ایک مدت تک حبشہ میں غریب الوطنی کی زندگی بسر کرتے رہے۔ جہاد و عزیمت میں مشکلات نے ان کے پھول جیسے جسم کو تپا کر کندن بنا دیا تھا۔ مکہ کی گلیوں نے جس جوان رعنا کو حسین ترین کپڑوں میں خراماں گزرتے دیکھا تھا' اب وہی جسم تھا جس پر صرف ایک چادر لپٹی رہتی تھی اور اس میں بھی چمڑے کے جوڑ اور پیوند سلے ہوتے تھے' پھول سے رخسار کملا گئے تھے' چہرے پر غریب الوطنی کی گرد تھی' ان کا ہر قدم ان کو جنت سے قریب تر کر رہا تھا' اس عالم میں وہ مکہ پہنچے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے' راہ حق کے اس نرالے مسافر کو اس حالت میں دیکھ کر آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور ہونٹوں پر تبسم کھیلنے لگا' آپ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا:

''دیکھو لو! یہ وہ جوان ہے جس کی

ساری دنیا عشق الٰہی کے بازار میں لٹ گئی' چند سال پہلے میں نے اس کو دیکھا تھا کہ سارے مکہ میں اس سے بڑھ کر ناز و نعمت کا پروردہ' خوش رو' خوش پوشاک اور آسودہ حال کوئی نہ تھا' لیکن آج اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت پر اس نے اپنے تمام عیش و آرام کو قربان کردیا۔''

ادھر ماں کو بیٹے کی آمد کی خبر پہنچی تو یہ پیغام روانہ کیا: ''او نافرمان! اب تو اس شہر میں اس طرح آتا ہے کہ مجھ سے ملنا بھی پسند نہیں کرتا۔''

خدا کے بندے نے جواب دیا: ''اے ماں! میں اب رسول خدا کا ہوں۔''

''کیا ابھی تک اسی دین پر قائم ہو؟'' ماں نے خون چکاں آواز میں بیٹے سے پوچھا۔

''ہاں! اسی دین پر جس کو خدا نے اپنے لئے اور اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پسند کیا ہے۔''

درد اور کرب بھری آواز میں بیٹے نے ایک بار پھر کوشش کی کہ دوزخ کی طرف لپکتی ماں کا دامن پکڑ لیں' مگر وہ نہیں مانی: ''قسم ہے روشن ستاروں کی! میں ہرگز تیرے دین میں داخل نہ ہوں گی' جاؤ میں تمہارے دین ہی کو نہیں' خود تمہیں بھی چھوڑتی ہوں۔''

اور واقعی ایمان و کفر کی اس جنگ میں ماں اور بیٹے دونوں جدا ہوگئے۔

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعبؓ بن عمیر کو اسلام کا پہلا مبلغ بنا کر مدینہ روانہ کیا تو اس وقت وہاں بارہ انسان اسلام لاچکے تھے' ان کے علاوہ پورا مدینہ کفر و شرک کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ حضرت مصعبؓ اسلام کی دعوت مکہ سے لے کر چلے اور ریگستانوں کے ذروں کی پیاس اپنے چھالوں اور آنسوؤں سے بجھاتے ہوئے مدینہ میں داخل ہوئے۔ ان کی سادگی' پاکبازی اور بلند اخلاق نے چپکے چپکے لوگوں کے دلوں میں گھر کرنا شروع کردیا' بہت جلد باطل بھی ان کے خلاف حرکت میں آگیا اور حق و باطل کی وہ کشمکش شروع ہوگئی' جس کے خطرات سے گزرے بغیر کبھی حق پسند اس دنیا میں کامیاب نہیں ہوئے ہیں۔

جب بیعت عقبہ اولیٰ کے بعد حضرت مصعبؓ بن عمیر تبلیغ کے لئے یثرب بھیجے گئے تو وہ بنی نجار میں حضرت ابوامامہ اسعدؓ بن زرارہ کے ہاں آکر ٹھہرے۔ ایک دن یہ دونوں حضرات تبلیغ کے لئے بنوظفر اور بنو عبدالاشہل کی آبادیوں کی طرف آئے' اسعدؓ بنو عبدالاشہل کے سردار سعدؓ بن معاذ کے خالہ زاد بھائی تھے۔ ان تینوں قبائل کی بستیاں بہت قریب بلکہ ملی ہوئی تھیں۔ یہ دونوں حضرات یہاں ایک باغ میں بنوظفر کی بستی میں بیٹھ گئے اور بنوسالم کے بہت سے مسلمان ان کے پاس آگئے' سعدؓ بن معاذ اور اسید بن حضیر ان دونوں قبائل بنو عبدالاشہل کے سردار تھے۔ حضرت سعدؓ بن معاذ' اسید کی بیٹھک پر بیٹھے تھے' انہوں نے حضرت مصعبؓ بن عمیر کی تبلیغ اسلام کے بارے میں سنا تو بہت ناراض ہوئے اور اسیدؓ نے کہا: تم جانتے ہو اسعد بن زرارہ میرا خالہ زاد بھائی ہے' وہ ساتھ ہے ورنہ میں خود اسے روک لیتا' اب تم نیزہ لے کر جاؤ اور مصعبؓ بن عمیر کو روکو' انہیں آتے دیکھ کر اسعد نے مصعبؓ بن عمیر سے کہا: وہ بنو عبدالاشہل کا سردار ہے' اس کو تبلیغ کرو' اسید نے آتے ہی کہا: جان کی خیر چاہتے ہو تو یہاں سے چلے جاؤ اور ہمارے جوانوں کو نہ بہکاؤ۔

''میرے بھائی! ناراض کیوں ہوتے ہو' ذرا بیٹھ کر ہماری بات سن لو' اگر تمہیں پسند آئے تو ٹھیک ورنہ ہم چلے جائیں گے۔''

اسید بیٹھ گئے' حضرت مصعبؓ نے پرسوز آواز میں قرآن کی چند آیات سنانا شروع کیں تو جن آنکھوں سے خون ٹپک رہا تھا' ان سے آنسو چھلک پڑے' اسید کا دل ہاتھ سے نکل چکا تھا' دوسرے ہی لمحے وہ نوائے حق سے مسحور ہوچکے تھے اور فوراً اسلام لے آئے' پھر انہوں نے حضرت مصعبؓ سے کہا: میں اب ایک آدمی کو بھیج رہا ہوں' اگر وہ بھی مسلمان ہوگیا تو تمہارا کام بہت آسان ہوجائے گا۔

چنانچہ انہوں نے کسی بہانے سعدؓ بن معاذ کو بھیج دیا اور وہ بھی مسلمان ہوگئے' پھر ان دونوں کے اثر سے شام تک پورا قبیلہ مسلمان ہوگیا۔

احد کی جنگ میں اسلام کا پرچم حضرت مصعبؓ کے ہاتھ میں تھا' دشمن کی تلوار ان کے اس بازو پر گری اور بازو کٹ گیا' لیکن جھنڈا گرنے نہیں دیا' وہ اب ان کے دوسرے ہاتھ میں تھا' زندگی طوفانی جذبات کے اشاروں پر بجلی کی طرح حرکت میں تھی' ایک ہاتھ سے جھنڈا اونچا اٹھایا ہوا تھا اور یہ بازو بھی شہید ہونے کے انتظار میں تھا' دشمن کی تلوار ایک بار پھر چمکی اور دوسرا بازو بھی کٹ گیا' جھنڈے کو سینے سے لپٹانے کی ایک آخری کوشش کی' دشمن کا بھالا حرکت میں آیا' اور حضرت مصعبؓ کے سینے میں اس طرح ٹکرایا کہ آدھا نیزہ ٹوٹ کر سینے کے اندر ہی رہ گیا' وہ

مرسلہ: مولانا محمد نذر عثمانی، حیدرآباد

آزادیٔ نسواں

محترم جعفر مسعود حسنی ندوی

یورپ و امریکا میں عورت کی آزادی کی تحریک چلانے والے بڑے زور و شور سے یہ بات کہہ رہے ہیں کہ عورت کا اپنی صلاحیتوں کو گھر کی چہار دیواری تک محدود رکھنا، گھریلو مسائل میں اپنے آپ کو الجھا دینا، اپنی توانائی کا بڑا حصہ خاندانی معاملات نمٹانے میں صرف کر دینا، کھانے پکانے، بچوں کی نگہداشت کرنے، گھر کی صفائی ستھرائی کا اہتمام کرنے کو اپنی زندگی کا حقیقی مقصد سمجھ لینا اور پھر اس دائرے سے باہر نکلنے کی کوشش نہ کرنا یہ وہ بنیادی اسباب ہیں جن کی وجہ سے ہمارا موجودہ معاشرہ ترقی کے وہ مراحل طے نہیں کر پاتا جو اب تک اس کو طے کر لینا چاہئے تھے۔ ترقی کی راہ میں مردوں کی جو خدمات ہیں، اگر اتنی ہی خدمات عورتوں کی بھی ہوتیں اور عورتیں مردوں کے شانہ بشانہ معاشرے کی ترقی کے لئے کوشاں نظر آتیں اور گھر سے نکل کر دفتروں، ہسپتالوں، ریلوے اسٹیشنوں، ہوائی اڈوں اور دوسری ان تمام جگہوں پر جہاں زیادہ تر کام کرنے والے مرد ہی دکھائی دیتے ہیں ان کا ساتھ دیتیں تو ترقی کی رفتار اس سے کہیں زیادہ تیز ہوتی جتنی کہ آج ہے۔

یہ ہے وہ بات جو مغربی حلقے بڑے زور و شور سے کہہ رہے ہیں، لیکن اس کا جواب بھی اسی حلقے کی بعض ان خواتین نے دیا ہے، جنہوں نے اس تحریک کی حمایت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اس کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے گھر سے ناتا توڑا، بچوں کو آیا کے حوالے کیا، اپنی نسوانیت کا گلا گھونٹا، ممتا کو پاؤں تلے روندا اور آزادی حاصل کرنے اور ترقی کی راہ طے کرنے کے لئے سب کچھ کر گزرنے کا عہد کیا، لیکن آزادی کی ان دلدادہ خواتین کو آزادی کے طوق نے مزید غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیا اور ترقی کی راہ پر گامزن ان بیگمات کو ان کی ترقی پسندی نے پیچھے اور پیچھے دھکیل دیا، پہلے تو وہ صرف شوہر کی غلام تھیں لیکن اب انہوں نے اپنی گردنوں میں طوق ڈالا اپنی منتشر خواہشات کی غلامی کا، اپنے باس کی ماتحتی کا، گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے فیشن کو اپنانے کا، مردوں کو اپنے سے برتر سمجھنے، ان کے اشاروں پر ناچنے، ان کے کہنے پر اپنے کو ہلاکت میں ڈالنے اور ان کی محفلوں کو رونق بخشنے اور ان کی خوشی کی خاطر اپنی عصمت و عفت تک قربان کر دینے کا۔

ترقی کی یہ راہ جو ان کے دشمنوں نے ان کو دکھائی تھی اپنانے سے پہلے وہ شوہر کے مقام سے آشنا تھیں، گھر کی اہمیت سے آگاہ تھیں، مرد اور عورت کے درمیان جو فرق ہے اس کو سمجھتی تھیں بچوں کی تربیت کے طریقوں سے واقف تھیں، گھر کو آراستہ کرنا ان کا مشغلہ تھا، کھانے پکانے کا ان کو سلیقہ تھا، سینے پرونے میں ان کو مہارت تھی، اپنی عزت و آبرو کی حفاظت انہیں کرنا آتی تھی، نفع و نقصان کی انہیں تمیز تھی، خیر خواہ اور بدخواہ کی انہیں پہچان تھی، زندگی کے مختلف میدانوں میں سے نصف میں انہیں مردوں پر سبقت حاصل تھی اور ان میدانوں میں ان کی مہارت مردوں کو بھی تسلیم تھی۔

آزادی کے پرفریب نعرے سے دھوکا کھانے والی عورت کے احساسات کی ترجمانی اس خط سے بہتر نہیں ہو سکتی جو مشہور فلم اداکارہ "مارلین مونرو" نے اپنی اس سہیلی کو لکھا ہے جو اس کی ظاہری ترقی کو دیکھ کر ارادہ کر رہی تھی فلمی دنیا میں آنے کا، یہ خط "مارلین مونرو" کی خودکشی کے بعد اس کے سامان کی تلاشی کے دوران دستیاب ہوا تھا۔

"مارلین مونرو" اپنی سہیلی کو مخاطب کر کے لکھتی ہے:

"میری ظاہری چمک دمک اور ٹھاٹ باٹ دیکھ کر تم دھوکا مت کھاؤ، اس دنیا میں مجھ سے زیادہ محروم اور بدنصیب عورت شاید ہی کوئی ہو؟ میری تمنا تھی ماں بننے کی لیکن میں محروم رہی، میری آرزو تھی کہ میرے گھر کے آنگن میں ایک شور ہو بچوں کی ہنگامہ آرائی کا لیکن گھر کی ویرانی مجھے ڈستی رہی، میں ایک شریفانہ زندگی گزارنا چاہتی تھی جس میں شوہر کی محبت ہو اور والدین کی شفقت ہو، بھائی بہنوں کی پرلطف گفتگو ہو، لیکن میری یہ آرزو پوری نہ

ہوگئی اب میں اس دنیا سے رخصت ہورہی ہوں کیونکہ یہ دنیا مجھے کاٹنے کھارہی ہے اور جاتے جاتے میں تم کو یہ نصیحت کرنا چاہتی ہوں کہ آزادی کی اس دنیا میں کبھی قدم نہ رکھنا اور ایک سادہ' پرسکون' مطمئن' پاک اور گھریلو زندگی گزارنے کی کوشش کرنا' عورت کی یہی سب سے بڑی کامیابی بلکہ یہی اس کی معراج ہے۔"

آزادی کے نعرے کی قلعی اس رپورٹ سے کھل جاتی ہے' جو سویڈن کی ایک خاتون جج "بربجدار اولف ہامر" نے مشرق وسطی کے اپنے دورے کے بعد پیش کی ہے' یہ دورہ انہوں نے اقوام متحدہ کے خرچ پر مشرقی خواتین کے حالات کا جائزہ لینے کے لئے کیا تھا' رپورٹ میں وہ لکھتی ہیں:

"مغرب میں عورت کی آزادی ایک خیالی چیز ہے' کیونکہ مغرب نے حقیقت کی دنیا میں کبھی عورت کو مرد کے مساوی حقوق نہیں دیئے ہیں' مغرب نے اگر کچھ کیا ہے تو صرف یہ کیا ہے کہ عورت کو اس کی نسوانی خصوصیات سے آزاد کرکے اس کو ایک ایسی مخلوق بنادیا ہے جو مرد کے قریب تو ضرور ہوگئی ہے۔"

عورت کی آزادی پر جو تبصرہ امریکی مزاح نگاہ "ارٹ لوکوالڈ" نے امریکا سے شائع ہونے والے ایک اخبار "ہیرالڈ ٹریبون" میں کیا ہے' وہ ترقی پسند اور آزادی کی دلدادہ خواتین کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے' وہ کہتے ہیں:

"ہر آزاد عورت کے پیچھے ایک غلام عورت نظر آتی ہے' جو اس کے بدلے اس کا کام کاج سنبھالتی ہے۔"

لوکوالڈ نے یہ بات اس انٹرویو کے بعد کہی جو انہوں نے ایک خاتون وکیل سے جو ایک عدالت سے منسلک تھیں لیا تھا اور جس میں اس خاتون نے یہ اعتراف کیا تھا کہ اگر ان کے گھر میں خادمہ نہ ہوتی جو ان کی عدم موجودگی میں گھر سنبھالتی ہے' بچوں کی دیکھ بھال کرتی ہے' کھانے وغیرہ کا نظم کرتی ہے' گھر کو صاف کرکے اس کو رہنے کے قابل بناتی ہے' تو وہ باہر کام نہیں کرسکتی تھیں۔ ان محترمہ وکیل صاحبہ نے بعد میں اس کا بھی اقرار کیا کہ وہ بڑی محنت سے کمائی ہوئی رقم میں سے جس کے لئے انہوں نے بچوں کو چھوڑا' گھر کے آرام کو چھوڑا' شوہر کی عنایات کو چھوڑا' آدھی رقم اپنی اس خادمہ کو تنخواہ کے طور پر دیتی ہیں۔ لوکوالڈ نے وکیل صاحبہ کے اس اعتراف پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ آپ سے گفتگو کرنے سے پہلے میرا خیال یہ تھا کہ آزاد عورت آزادی کے اپنے تجربے میں کامیاب رہی ہے اور اس تجربے کی دعوت دوسری عورتوں کو بھی دی جاسکتی ہے' لیکن آپ کی گفتگو نے میری یہ رائے بدل دی اور آزادی کی جو تصویر میرے ذہن میں بنی تھی' اس پر کالک پوت دی اور اب میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ اگر جوانتا (خاتون وکیل کی خادمہ) کی خدمات آپ کو حاصل نہ ہوتیں تو آپ بھی آزاد نہ ہوسکتی تھیں۔ گویا اگر یہ کہا جائے کہ ایک عورت کی آزادی کے لئے دوسری عورت کا غلام بننا ضروری ہے تو غلط نہ ہوگا۔

عورت کی آزادی پر یہ تبصرے کسی عالم دین کے نہیں بلکہ برطانیہ کی مشہور اداکارہ "مارلین مونرو" سویڈن کی معروف خاتون جج اور امریکا کے چوٹی کے مزاح نگار ارٹ لوکوالڈ کے ہیں' جنہوں نے آزادی کی اسی دنیا میں آنکھ کھولی' اسی دنیا میں پرورش پائی' اسی دنیا کی دوسروں کو دعوت دی' لیکن بالآخر اسی نتیجے پر پہنچے جس نتیجہ کا اعلان چودہ سو سال قبل ایک نبی امی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان سے ہوچکا تھا۔

کاش! ہماری بہنیں آزادی کا زخم کھائی ہوئی ان خواتین سے سبق حاصل کریں اور اس آزادی کے خلاف جو در حقیقت ان کو پھر سے غلام بنانے کی کوشش ہے' آواز اٹھائیں اور اپنی دوسری بہنوں کو اس کے نقصانات سے واقف کرانے کی پوری کوشش کریں۔

☆☆..........☆☆

اعجاز قرآن کی دلیل

ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم کے ایک مضمون جس کا عنوان "نماز عربی میں کیوں ضروری ہے؟" نظر سے گزرا جس میں وہ تحریر فرماتے ہیں کہ قرآن مجید نثر میں ہے لیکن اس میں دلکشی شعر کی موجود ہے' وزن ترنم وغیرہ اس کی عبارت میں کہیں ایک حرف کی بھی کمی بیشی ہوجائے تو اس کی روانی میں ایسا ہی نقص نظر آنے لگے گا جیسے کسی مصرعہ میں سکتہ پڑ جاتا ہے' چنانچہ اتفاق سے ایک روز ایک فرنچ نو مسلم جو موسیقی کا پیشہ اختیار کئے ہوئے تھے مجھ سے کہنے لگے کہ سورۂ نصر "اذا جـــــاء نصر اللہ" میں جہاں "افواجا" (اب سکون حرف آخر) ہے' اس سے عبارت کا ترنم باقی نہیں رہتا؟ میں نے جواب میں کہا کہ نہیں صحیح قرأت تو "افواجاً" (تنوین کے ساتھ) کی ہے' اس پر وہ نو مسلم اچھل پڑا اور بولا میرا ایمان تازہ ہوگیا' اب میرا شبہ مٹ گیا' سارا قرآن کلام موزوں ہے شعر ہی کی طرح۔

مرسلہ: مولانا محمد نذر عثمانی' حیدرآباد

عالمی خبروں پر ایک نظر

ٹنڈوآدم (رپورٹ: حافظ محمد فرقان انصاری) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ٹنڈوآدم کے زیر اہتمام دفتر ختم نبوت میں مجاہدین ختم نبوت کا سہ ماہی تربیتی کنونشن ہوا' جو بعد نماز جمعہ تا بعد نماز عشاء نمازوں کے وقفے کے ساتھ جاری رہا' یہ کنونشن ہر تیسرے مہینے کے درمیانے عشرے کے جمعہ میں ہوتا ہے' اس میں تمام یونٹوں کے مجاہدین ختم نبوت اپنی تمام تر مصروفیات کو بالائے طاق رکھ کر لازمی طور پر حاضری دیتے ہیں' جس میں تمام کارکن اپنی گزشتہ سہ ماہی کارکردگی کے بارے میں اپنا اپنا محاسبہ کرکے رپورٹ پیش کرتے ہیں' جب سے ٹنڈوآدم میں امیر تحریک ختم نبوت سندھ' فاتح گوہرشاہی حضرت علامہ احمد میاں حمادی صاحب دامت برکاتہم نے تحریک عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی بنیاد رکھی' اس وقت سے تقریباً انچاسواں کنونشن ہے' حضرت والا ہی اس کنونشن کی صدارت فرماتے ہیں اور بے انتہا شفقتوں اور محبتوں سے کارکنوں کی حوصلہ افزائی اور راہنمائی کے ساتھ اصلاح فرماتے ہیں۔

اس مرتبہ بھی ۲۵/ دسمبر ۲۰۰۵ء بروز جمعہ کو ہی صبح بعد نماز جمعہ تا بعد نماز عشاء تمام یونٹس کے کارکنوں نے تربیتی کنونشن میں بھرپور انداز میں شرکت کی۔ کنونشن کا آغاز عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مقامی پریس ترجمان حافظ محمد فرقان انصاری نے تلاوت کلام پاک سے کیا' تلاوت کے بعد مقامی امیر و ناظم اعلیٰ جناب حکیم حفظ الرحمٰن' جناب محمد اعظم قریشی نے اپنے اپنے انداز میں ہدیہ نعت پیش کیا۔

کنونشن میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دیگر عہدیداران ماسٹر محمد سلیم مدنی' ڈاکٹر محمد خالد آرائیں' حاجی قادرداد کے علاوہ انجمن طلبہ مدارس ختم نبوت اور شبان ختم نبوت کے عہدیداران حافظ محمد زاہد حجازی' حافظ محمد طارق حمادی' حافظ رفیع الدین انڈھڑ' رانا مختیار' محمد اشرف قریشی' حافظ محمد اکرم اور محمد محرم علی راجپوت نے بھی شرکت کی۔

کنونشن کے ابتدائی مرحلے میں مفتی محمد طاہر مکی نے تمام ساتھیوں کو خوش آمدید کہتے ہوئے کنونشن کے اغراض ومقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ تمام کارکن عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور فتنہ قادیانیت کے تعاقب کے عمل کو مزید موثر بنانے کے لئے اپنی تجاویز پیش کریں' اس کے بعد نماز عصر کا وقفہ ہوا۔ بعد نماز عصر مولانا محمد راشد مدنی نے عقیدۂ ختم نبوت اور فتنہ قادیانیت پر تفصیل سے گفتگو کی۔

بعد نماز مغرب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے قانونی مشیر منظور احمد میو راجپوت ایڈووکیٹ' جناب محمد انور ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے ہمراہ تشریف لائے' اس کے بعد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے روح رواں' فاتح گوہرشاہیت حضرت العلامہ احمد میاں حمادی مدظلہ نے تفصیلی خطاب اور مجاہدین ختم نبوت کو نصیحتیں فرمائیں' انہوں نے کہا کہ عقیدۂ ختم نبوت پر ایمان ہر مسلمان مرد وعورت پر اس طرح فرض ہے جس طرح نماز روزہ فرض ہے۔ عقیدۂ ختم نبوت اسلام کی بنیاد ہے اور ظاہر ہے کہ بنیاد اگر مضبوط ہے تو عمارت مضبوط ہوگی' اس لئے تمام مسلمان متحد ہوکر اسلام کی بنیادوں کی حفاظت کریں' آج کل فتنہ قادیانیت کو ہماری آپس کی لڑائی نے پروان چڑھایا ورنہ یہی مسلمان تھے جو ۱۹۵۳ء' ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء میں متحد تھے تو کیسا نہ ہونے والا کام یعنی بالکل امید نہ تھی کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا جائے گا' مگر پوری قوم نے متحد ہوکر نعرہ بلند کیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے ماننے والے کافر ہیں تو بھٹو صاحب مجبور ہوگئے اور انہیں ماننا پڑا کہ مسلمانوں کا مطالبہ حق بجانب ہے۔ انہوں نے کہا کہ قادیانی جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے اور بدترین گستاخ ہیں جن کے لئے حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ آج تک جتنے گستاخان رسول گزرے ہیں' ان سب سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی مرزا غلام احمد قادیانی نے کی ہے۔ علامہ احمد میاں حمادی نے کہا کہ صحابہ سمیت اہلبیتؓ کی عزت وناموس وابستہ ہے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وناموس کے ساتھ' اس لئے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سمیت تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہماری آنکھوں کے تارے' دل وجان کے سرور ہیں' جن گھوڑوں پر انہوں

نے سواری کی ان کی ٹاپوں سے اٹھنے والی دھول ہماری آنکھوں کا سرمایہ ہے' مگر یہ بات ایک اٹل حقیقت ہے کہ بیٹے کی عزت وابستہ ہے باپ کی عزت سے' قوم کی عزت وابستہ ہے سردار کی عزت سے' اگر باپ کی عزت محفوظ نہیں تو بیٹے کی عزت اور سردار کی اگر پگڑی اچھالی جائے تو قوم کی عزت کسی طرح سے بھی محفوظ نہیں رہ سکتی۔ یہی بات ہے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی' اگر محمد عربی کے گستاخ موجود ہوں تو صحابہ کرامؓ کے گستاخ لامحالہ میدان میں آئیں گے' اس لئے کہ انہیں معلوم ہے کہ یہ قوم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کا تحفظ نہیں کر سکی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی عزت و ناموس کا تحفظ کیسے کرے گی؟ لہٰذا تمام طبقات ملت' خدا کے واسطے اپنے نبی کی عزت و ناموس کے تحفظ کے لئے متحد ہو کر فتنہ قادیانیت کے تعاقب میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں۔ علامہ حمادی نے مزید کہا کہ اگر ہم عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے اکٹھے نہ ہوئے تو یہ بات بھی غور سے سن لیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم' ان کا دین ہماری کوششوں کا محتاج نہیں' بلکہ ہوگا یہ کہ اللہ پاک ہمیں تباہ کر کے ہماری جگہ غیور مسلمان پیدا کر دے گا جو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کے تحفظ کے لئے میدان میں اتریں گے' اس لئے ہمیں اپنی عزتیں بچانے کے لئے' زلزلوں سے بچنے کے لئے اور زمین میں دھنس جانے سے بچنے کے لئے ہمیں چاہئے کہ تحفظ ختم نبوت کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیں۔ علامہ حمادی کے خطاب کے بعد نماز عشاء کا وقفہ ہوا بعد نماز عشاء حافظ محمد فرقان انصاری نے تیسری مرتبہ تلاوت کلام کی سعادت حاصل کی۔ اس کے بعد علامہ راشد مدنی صاحب نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی دفتر کے ناظم محمد انور اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے قانونی مشیر منظور احمد میو راجپوت ایڈووکیٹ کی تشریف آوری پر ان کا شکریہ ادا کیا۔

جناب محمد انور نے اپنے خطاب میں کہا کہ عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ کرنے والے ایک عظیم ترین مشن پر گامزن ہیں' انہیں یہ خوش نصیبی حاصل ہے کہ وہ جن کے لئے کائنات بنی' یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے باڈی گارڈ ہیں' میں تمام مجاہدین ختم نبوت کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ آپ کی محنت اور جدوجہد کی وجہ سے آج آپ کے شہر کے نام سے قادیانی لرزتے ہیں۔ ان کے بعد منظور احمد میو راجپوت ایڈووکیٹ نے کہا کہ قادیانی ایک مسلمہ طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دی گئی قوم ہے' ہماری تمام اعلیٰ عدالتوں نے قومی اسمبلی کے متفقہ فیصلے کو تسلیم کرتے ہوئے قادیانیوں کو اسلامی شعائر استعمال کرنے سے روکا' اب یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس فیصلے پر عملدرآمد کروائے۔ انہوں نے اندرون سندھ سمیت ملک کے اندر بڑھتی ہوئی قادیانیوں کی سرگرمیوں پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کیا کہ قادیانیوں کی ارتدادی سرگرمیوں کو روکا جائے' توہین رسالت سمیت امتناع قادیانیت آرڈی نینس کے تحت جتنے بھی مقدمات پاکستان کی اعلیٰ عدالتوں میں قادیانی حربوں کی وجہ سے التواء کا شکار ہیں' سپریم کورٹ سو موٹو کے اختیارات استعمال کرتے ہوئے ان مقدمات کی جلد سماعت کے آرڈر جاری کرے' ایک اور مطالبہ کیا کہ قادیانیوں کے جھوٹے نبی مرزا غلام احمد قادیانی کو انگریز نے کھڑا ہی جہاد کو ختم کرنے کے لئے اور اس نے اٹھتے ہی اعلان کیا کہ آج کے بعد جہاد حرام ہے' اب حکومت کے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ جس قوم کے یہاں جہاد حرام ہو' وہ کیا ملک و ملت کے لئے جہاد کرے گی؟ اس لئے پاک فوج سے قادیانیوں کا انخلاء ملک کی حفاظت کا ضامن ہے۔ قادیانی سائنسدان ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی نے پاکستان کے ایٹمی راز ہندوستان اور اسرائیل تک پہنچائے اور ممتاز مسلم ایٹمی سائنس دان محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر کی مصنوعی قبر بنا کر اس پر جوتے برسائے' جب قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تو یہ شخص یہ کہہ کر ملک سے فرار ہوا کہ میں اس لعنتی ملک میں نہیں رہ سکتا' پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ ظفر اللہ قادیانی نے بانی پاکستان محمد علی جناح کا جنازہ نہ پڑھا' جناب مشرف صاحب یہ قادیانی کسی بھی طرح ملک و ملت کے خیر خواہ نہیں' خدارا انہیں پاکستان کے تمام کلیدی عہدوں سے برطرف کریں۔

آخر میں مفتی محمد طاہر مکی نے فاتح قادیانیت حضرت مولانا خدا بخش مرحوم' رحیم یار خان کے مبلغ مولانا حافظ احمد بخش مرحوم اور شاعر ختم نبوت سید امین گیلانی مرحوم کے انتقال پر تعزیتی قرارداد میں ان کی ختم نبوت سے متعلق خدمات کو زبردست خراج تحسین پیش کیا اور ان کے اہل خانہ سے دلی تعزیت کا اظہار کیا اور قائد تحریک ختم نبوت امیر مرکزیہ حضرت اقدس قبلہ مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ' نائب امیر مرکزیہ حضرت اقدس ولی کامل جرنیل ختم نبوت سید انور حسین نفیس شاہ الحسینی مدظلہ' مولانا عزیز الرحمن جالندھری' مولانا اللہ وسایا' مولانا محمد اکرم طوفانی اور علامہ احمد میاں حمادی کو تحریک ختم نبوت کی کمان کرنے پر انہیں خراج تحسین پیش کیا' اس کے بعد حضرت علامہ حمادی صاحب کی دعا پر سالانہ تربیتی کنونشن اختتام پذیر ہوا۔

☆☆..........☆☆

بوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و علیؓ

حضرت شاہ نفیس الحسینی مدظلہ

اصحابؓ محمدؐ حق کے ولی
بوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و علیؓ
یاران نبیؐ میں سب سے جلی
بوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و علیؓ

وہ شمع حرم کے پروانے
وہ ختم رسلؐ کے دیوانے
بوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و علیؓ
بوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و علیؓ

اسلام نے جن کو عزت دی
اسلام کو قوت جن سے ملی
ایماں کی روایت جن سے چلی
بوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و علیؓ

ترتیب خلافت بھی ہے یہی
ترتیب فضیلت بھی ہے یہی
لگتی ہے یہی ترتیب بھلی
بوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و علیؓ

اس نظم کی خوشبو پھیلے گی
یہ خوشبو ہر سو پھیلے گی
گونجے گا یہ نغمہ گلی گلی
بوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و علیؓ

یہ لوح و قلم کی زینت ہے
یہ کتبہ حرم کی زینت ہے
لکھ شاہ نفیسؔ اب اس کو جلی
بوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و علیؓ

REGD. NO. SS-160

عقیدۂ ختم نبوت کی سربلندی، تحفظ ناموسِ رسالت اور فتنۂ قادیانیت کے استیصال کے لئے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ

تعاون کی اپیل

قربانی کی کھالیں

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

کو دیجئے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا تعارف :

☆ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملت اسلامیہ کی بین الاقوامی تبلیغی واصلاحی جماعت ہے۔ ☆ یہ جماعت ہر قسم کے سیاسی مناقشات سے علیحدہ ہے۔

☆ تبلیغ اقامتِ دین خصوصاً عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ اس کا طرۂ امتیاز ہے۔ ☆ اندرون وبیرون ملک ۵۰ دفاتر ومراکز ۱۲ دینی مدارس ہمہ وقت مصروفِ عمل ہیں۔

☆ لاکھوں روپے کا لٹریچر اردو، عربی، انگریزی اور دنیا کی دیگر زبانوں میں چھاپ کر پوری دنیا میں مفت تقسیم کئے جاتے ہیں۔

☆ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیرِ اہتمام ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کراچی اور ماہنامہ ''لولاک'' ملتان سے شائع ہو رہے ہیں۔

☆ چناب نگر (ربوہ) میں مجلس کی سرگرمیاں جاری ہیں اور وہاں دو عالی شان مسجدیں اور دو مدرسے چل رہے ہیں۔

☆ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان میں دار المبلغین قائم ہے۔ جہاں علماء کو ردِ قادیانیت کا کورس کرایا جاتا ہے، مدرسہ اور دار التصنیف بھی مصروفِ عمل ہیں۔

☆ ملک بھر میں اہلِ اسلام اور قادیانیوں کے درمیان بہت سے مقدمات قائم ہیں۔ جن کی پیروی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کر رہی ہے۔

☆ ہر سال دنیا بھر میں عالمی مجلس کے مبلغین، تبلیغ اسلام اور تردید قادیانیت کے سلسلے میں دورے پر رہتے ہیں۔

☆ اس سال بھی حسب سابق برطانیہ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی اور امریکہ میں بھی متعدد کانفرنسیں منعقد کی گئیں۔ ☆ افریقہ کے ایک ملک مالی میں مجلس کے رہنماؤں کی کوششوں سے ۳۰ ہزار قادیانیوں نے اسلام قبول کیا۔

یہ سب : اللہ تبارک وتعالیٰ کی نصرت اور آپ کے تعاون سے ہو رہا ہے۔

اس کام میں : مخیّر دوستوں اور دردمندان ختم نبوت سے درخواست ہے کہ وہ قربانی کی کھالیں، زکوٰۃ، صدقات اور عطیات عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو دے کر اس کے بیت المال کو مضبوط کریں

☆ رقوم دیتے وقت مد کی صراحت ضروری ہے تاکہ اسے شرعی طریقہ سے مصرف میں لایا جاسکے۔

اکاؤنٹ نمبر: UBL-3464 حرم گیٹ برانچ ملتان، NBL-7734, PB-310 حسین آگاہی ملتان

اکاؤنٹ نمبر: ایم اے جناح روڈ برانچ، ABL-927-2 بنوری ٹاؤن برانچ کراچی

شیخ المشائخ مولانا خواجہ خان محمد صاحب
امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

حضرت سید نفیس الحسینی
نائب امیر مرکزیہ

حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری
مرکزی ناظم اعلیٰ

ترسیل زر کے لئے مرکزی دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ ملتان فون: 4583486-4514122 فیکس: 4542277

دفتر: ختم نبوت، پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی فون: 2780337 فیکس: 2780340